قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

طلوعِ اسلام

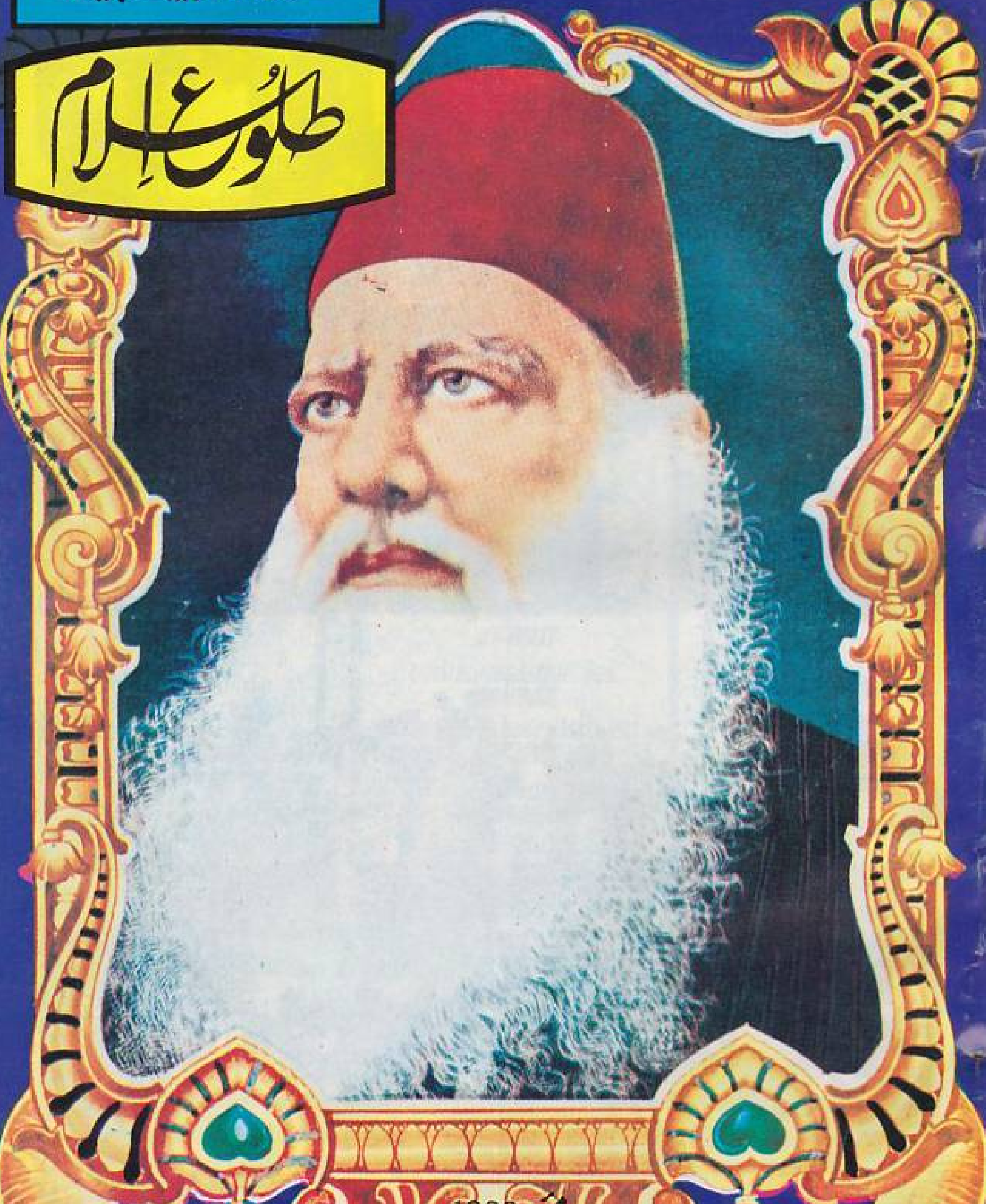

مئی 1998ء

یوم پاکستان کے موقع پر لاہور میں
طلوع اسلام کے سٹال

TOLU-E-ISLAM

PUBLISHING

EDITOR
M. Latif Chaudhery

ADVISORS
Abdullah Sani
Dr. Salahud din Akbar
Bashir Ahmed Abid

PUBLISHER
Ata Ur Rahman Arain

PRINTER
M.S. Adil

PRESS
Zahid Bashir Printing Press
Ratigen Road
Lahore

Vol 51
ISSUE 05

FOR QUICK CONTACT

LAHORE
tolueislam@pol.com.pk
tluislam@brain.net.pk
farata@brain.net.pk
Fax 042-5764484
Phone 876919-5753666

PESHAWAR
Saanaanian@pknet1.ptc.pk

KARACHI
wshafaq@hotmail.com

KUWAIT
teeba@ncc.moc.kw

LONDON
maqbool.farhat@virgin.net

NORWAY
khadim.online.no

CANADA
Alquran@idirect.ca

MANAGEMENT

CHAIRMAN
Ayaz Hussain Ansari

NAZIM
Muhammad Latif Chaudhery

CIRCULATION MANAGER
Mirza Zammurrad Baig

COMPOSER
Irshad Anjam

MAY
1998

IN THE MEMORY OF SIR SAYYED AHMED KHAN

25-B GULBERG 2 (TOLU-E-ISLAM ROAD) LAHORE

فہرست مضامین

لمحہ فکریہ

1- ایک اہم سوال	ادارہ	3
2- نیا قرآن	بیگم فرید احمد	10
3- پاکستان کا مطلب کیا؟	ڈاکٹر سید عبدالودود	19
4- کچھ بھی تو نہیں بدلا	بریگیڈیئر حامد سعید	38

ملت کے ستارے

1- سرسید احمد خان	ادارہ	4
2- پاکستان کا معمار اول	ادارہ	13

تحقیق

1- فتنہ گری	مسز یونس راجہ	28
2- ریاستہائے یمن پر سلمان کی لشکر کشی	علامہ رحمت اللہ طارق	30
3- قادیانیوں کی منطق	محمد سلیم ساقی	35
4- زکوٰۃ	علامہ غلام احمد پرویزؒ	40
5- صلوٰۃ	ماخوذ	49
6- حدیث اور سنت (انگریزی)	اے ایس کے جمل	57

گپ شپ

1- گدھا مسجد میں	ماخوذ	48

رپوتاژ

1- قرآنی محافل (سوات میں)	اقبال ادریس	26
2- علی گڑھ کی یادیں (انگریزی)	شمیم انور	53

متفرق

1- یہ بھی مرے دل میں ہے	حنیف وجدانی	17
2- طلوع اسلام خطوط کے آئینے میں	خطوط	18
3- کافر اور مسلمان لیڈر	مقبول محمود فرحت	21
4- کنج قفس میں مجھے آرام بہت ہے	ڈاکٹر شبیر احمد	23

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

ایک اہم سوال

بعض حقیقتیں بہت تلخ ہوتی ہیں اور انسانی طبائع ان پر غور و فکر کرنے سے اس لئے گریز کرتی ہیں کہ اس سے جن نتائج تک پہنچا جاتا ہے وہ خوش آئند نہیں ہوتے۔ لیکن کوئی حقیقت محض اس لئے اپنے نتائج نہیں بدل دیا کرتی کہ آپ اس پر غور و فکر نہیں کرنا چاہتے۔ حقیقت اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے اور جب تک آپ اس کا بے نقاب تجزیہ کر کے' ان اسباب و علل کا ازالہ نہیں کرتے جو اس کا موجب ہیں' آپ اس کے نتائج سے بچ نہیں سکتے خواہ آپ کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گذرے۔

آج ہم ایک ایسی حقیقت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جس پر غور و فکر کرنے سے آپ کی طبیعت یقیناً گریز کرے گی۔ اس لئے کہ اس غور و فکر سے آپ لامحالہ جن نتائج پر پہنچیں گے وہ آپ کے لئے خوش آئند نہیں ہوں گے لیکن ان نتائج و عواقب کی ہلاکت سامانیوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اس حقیقت پر غور و تدبر کو ٹالا نہ جائے۔ اگر اس پر اس سے پہلے غور کیا جاتا تو ممکن ہے اس وقت حالات ایسے خراب نہ ہوتے اور اگر اس پر اب بھی غور نہ کیا گیا تو حالات یقیناً خراب تر ہوتے جائیں گے۔ یہ سوال بہت اہم ہے اس لئے بڑے گہرے مطالعہ اور تفکر کا محتاج۔

آج دنیا کے اکثر حصوں میں مسلمانوں کی آبادیاں موجود ہیں۔ ان میں آزاد حکومتیں بھی ہیں اور نیم آزاد بھی۔ محکوم بھی ہیں اور نیم محکوم بھی۔ خالص مسلمانوں کی آبادیاں بھی ہیں اور مخلوط بھی۔ یہ سب کچھ ہے لیکن ان کی حالت کیا ہے؟

جو آزاد مملکتیں ہیں وہ غیر مسلموں کی آزاد مملکتوں کے مقابلہ میں بہت کمزور ہیں۔ یورپ کی غیر مسلم حکومتوں کی سیاسی مصلحتیں انہیں جس انداز اور جس حالت میں رکھنا چاہیں انہیں ویسے ہی رہنا پڑتا ہے۔ یہ وہ انگور کی بیلیں ہیں جو ان شاہ بلوط کے درختوں کے سہارے کھڑی ہیں۔ ان کی سیاست کی پتلیاں (داخلی اور خارجی) ان کے اشارات ابرو پر ناچتی ہیں۔ دنیا کے اہم معاملات کے فیصلے یورپ اور امریکہ کے اکابرین کے مشوروں ہی سے طے پا رہے ہیں جو غیر مسلم اقوام کے نمائندے ہیں۔ مسلم حکومتوں کو انہوں نے محض آراء شماری کے وقت اپنی تقویت و تائید کے لئے پیچھے لگا رکھا ہے۔ نظام روس کو چیک کر لیجئے کہ یہ بات آجکل ان پر منطبق ہوتی ہے یا نہیں۔ یورپ کے کئی ایک حصوں میں مسلمان (مخلوط طور پر) آباد ہیں۔ لیکن تگ و تاز حیات میں ان کے چرچے کبھی سنائی نہیں دیئے۔

اپنے گھر کو لیجئے۔ کل تک مسلمان اور ہندو' ہندوستان میں انگریزوں کے محکوم تھے لیکن مسلمان انگریز کا بھی محکوم تھا اور ہندو کا بھی۔ زندگی کے ہر شعبہ میں' ہم اپنے آپ کو ہندوؤں سے بہت پیچھے پاتے تھے۔ آج بھی وہاں کروڑں

مسلمان بستے ہیں ان پر جو کچھ گذر رہی ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ مملکت پاکستان کے خصائص و اوصاف بھی ہمارے سامنے ہیں انکی روشنی میں ہم اپنے متعلق کچھ نہ کچھ رائے تو قائم کر ہی سکتے ہیں اور وہ رائے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

یہ ہیں وہ واقعات جن میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان پر ایک مرتبہ پھر نگاہ ڈال لیجئے کہ کہیں کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی!

اب آگے بڑھئے! مسلمانوں کی آبادیاں دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک دوسرے سے ان کے جغرافیائی حالات مختلف ہیں۔ آب و ہوا مختلف ہے۔ طرز بود و باش مختلف اور زبانیں مختلف ہیں۔ طبائع مختلف ہیں۔ ان میں قدر مشترک ہے تو صرف ایک یعنی ان کا مذہب۔

اب آپ یہ سوچئے کہ اگر ایک غیر مسلم مبصر' حالات کے اس تجزیہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اقوام عالم کے مقابل میں مسلمانوں کی پستی اور ذلت کا باعث ان کا مذہب ہے' تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

اس میں ناک بھوں چڑھانے کی کوئی بات نہیں' لاحول پڑھنے کا کوئی مقام نہیں۔ اگر آپ کو یہ تسلیم ہے کہ واقعات وہی ہیں جو اوپر لکھے گئے ہیں اور حالات ایسے ہی ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے تو اس غیر مسلم کے اس سوال کا جواب ہمارے ذمے ہے۔ اس طبقہ کی طرف سے جس نے ایک مدت سے حقائق سے چشم پوشی اختیار کر رکھی ہے اس سوال کا (بزعم خویش) بڑا آسان جواب یہ دیا جائے گا کہ مسلمانوں نے چونکہ مذہب کو چھوڑ رکھا ہے اس لئے یہ اس درجہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں لیکن یہ جواب خود انہیں تو مطمئن کر سکتا ہے' حقائق کو بے نقاب دیکھنے والوں کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہوں نے مذہب کو چھوڑ دیا ہے تو غیر مسلم اقوامِ مغرب نے مذہب کو کونسا پلے باندھ رکھا ہے۔ انہوں نے ان سے بھی پہلے اور ان سے کہیں شدید تر انداز سے مذہب کو چھوڑا ہے لہٰذا اس صورت میں دونوں یکساں ہو گئے۔ پھر وہ کونسی بات ہے جس کی وجہ سے غیر مسلم اقوام اس قدر طاقتور ہیں اور مسلم اقوام دنیا کے ہر گوشے میں کمزور اور ذلیل ہیں۔ پھر یہ بھی کہ بالاخر ایسے مسلمان بھی تو ہیں۔ جنہوں نے مذہب کو نہیں چھوڑا۔ انکی حالت کونسی اچھی ہے۔

یہ سوالات ایسے ہیں جو تاریخ و سیاست کے ہر طالب علم کے سامنے آتے ہیں۔ آپ ان سے گھبرایئے نہیں ان پر غور و فکر کیجئے جب تک آپ ان پر آزادانہ غور نہیں کریں گے حقیقت حال تک نہیں پہنچ سکیں گے اور جب تک آپ اصل حقیقت تک نہیں پہنچیں گے اپنی موجودہ حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکیں گے۔

آپ سوچئے اور جو جواب آپ کی سمجھ میں آئے ہمیں لکھ بھیجیں اس سے بالکل نہ ڈریئے کہ کوئی آپ کو کیا کہے گا۔ اپنے غور و فکر کا نتیجہ دوسروں کے سامنے آنے دیجئے۔ شاید اس طرح سے ہم اس حقیقت تک پہنچ جائیں جو ایک عرصہ سے ہماری نگاہوں سے گم رہی ہے اور جس کی وجہ سے ہمارا ہر قدم پیچھے کی طرف پڑ رہا ہے۔

طلوع اسلام اپنے طور پر جس نتیجے پر پہنچ پایا ہے اسے اس نے "اسباب زوال امت" کے عنوان سے منضبط کر دیا ہے جس کی ہزاروں کاپیاں اب تک مفت تقسیم ہو چکی ہیں اور کوئی بھی خط لکھ کر یہ کتابچہ مفت طلب کر سکتا ہے لیکن یہ ہماری رائے ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کی سوچ ہماری اس فکر میں کسی اضافے کا باعث بن جائے اور ہم کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کر سکیں جس سے قوم کی بگڑی بن جائے اور ہم پھر سے **وانتم الاعلون** (3/138) کی تصویر بن جائیں۔

DONATIONS

FOR

KHATME-NABUWAT PROJECT

1.	Bazm-e-Tolu-e-Islam (Gujrat)	Rs. 200/-
2.	Mohtram But Sahib of Gujrat	Rs. 100/-
3.	Mr. Farhan Ata Arain	Rs. 5,000/-
4.	Mr. Arifur Rahman Arain	Rs. 5,000/-
5.	Dr. Saeeda Yamen Arain	Rs. 5,000/-
6.	Sqdr. Ldr. M. Akhtar Arain	Rs. 5,000/-
7.	Mr. Atiqur Rahaman Arain	Rs. 5,000/-
8.	Mr. Ataur Rahman Arain	Rs. 5,000/-
9.	Mrs. Aziz Bibi Arain	Rs. 10,000/-
10.	Bazm-e-Tolu-e-Islam (Punjkasi)	Rs. 1,000/-
11.	Bazm-e-Tolu-e-Islam (Denmark)	Rs.29,650/-
12.	Bazm-e-Tolu-e-Islam (Chiniot)	Rs. 2,000/-
13.	Muhammad Akram Rathor	Rs. 3,000/-
14.	Raja Muhammad Younas (U.K)	Rs. 11,273/-
15.	Raja Munir Ahmad (U.A.E)	Rs. 1,000/-
16.	Aftab-Ul-Hassan (Bazm Korangi Karachi)	Rs. 4,000/-

Prof. Dr. Zahida Durrani
Executive Head
Tolu-e-Islam Trust

DONATIONS CAN BE PAID DIRECT TO
ACCOUNT NO.4107-35
HABIB BANK LIMITED
MAIN MARKET GULBERG BRANCH
LAHORE

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرسید احمد خاںؒ

(5 ذی الحج 1232ھ / 7 اکتوبر 1817ء - 5 ذی قعدہ 1315ھ 27 مارچ 1898ء)

مسلمانوں کے عظیم مصلح، رہنما اور مصنف علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی، سرسید احمد خانؒ دہلی میں ایک درویش صفت شخص میر تقی ولد سید ہادی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے اسلاف ہرات سے شاہجہان کے عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ والد نقشبندی بزرگ شاہ غلام علی کے مرید تھے، اور نانا دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خاں بہادر مصلح جنگ تھے، جو پہلے کمپنی کے مدرسہ کلکتہ میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور پھر اکبر شاہ ثانی کے وزیر ہوگئے۔ سید احمد خاں کی پرورش بچپن ہی سے والد صاحب کے ہاتھوں ہوئی۔

سید احمد خاں کی تربیت زیادہ تر ان کی والدہ نے کی، جو بڑی دانش مند خاتون تھیں۔ بچپن کے مذہبی ماحول نے ان پر خاصا اثر کیا۔ دہلی میں ان دنوں علوم اسلامی کے دو بڑے مراکز تھے۔ ایک شاہ عبدالعزیز کا مدرسہ اور دوسرا مرزا مظہر جانجاناں کے جانشین شاہ غلام علی کی خانقاہ۔ سید احمد خاں نے دونوں سے فیض حاصل کیا۔ شاہ غلام علی ہی نے ان کا نام احمد رکھا تھا اور انکی بسم اللہ کی تقریب بھی شاہ صاحب کے ہاتھوں ہوئی تھی۔

سید احمد خاں کی تعلیم بھی انہی پرانے اصولوں پر ہوئی۔ پہلے قرآن مجید پڑھا پھر فارسی کی درسی کتابیں مثلاً "کریما، خالق باری، آمد نامہ، گلستان، بوستاں وغیرہ پڑھیں عربی میں شرح ملا، شرح تہذیب، مختصر معانی اور معمول کا کچھ حصہ پڑھا۔ ہندسہ اور ریاضی کی تعلیم اپنے ماموں زین العابدین خاں اور طب کی تعلیم حکیم غلام حیدر سے حاصل کی۔ والد کے انتقال کے وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔ اس وقت انکے خالو خلیل اللہ خاں صدر امین دہلی تھے۔ یہ بھی ان کے پاس بطور سررشتہ دار ملازم ہو گئے۔ انکے بعد آگرے کے کمشنر کے دفتر میں نائب منشی ہوئے۔ 1841ء میں منصفی کا امتحان پاس کر کے مین پوری جج بن گئے اور پھر ترقی کرتے کرتے "جج سمال کاز" (منصف عدالت خفیفہ) ہو گئے۔ اس حیثیت سے فتح پور سیکری، دہلی، رہتک، بجنور، مراد آباد، غازی پور، علیگڑھ اور بنارس میں تھوڑا تھوڑا عرصہ رہے اور 1869ء میں انگلستان بھی گئے۔ 1876ء میں ملازمت سے علیحدہ ہو کر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے علیگڑھ میں مقیم ہو گئے۔

حکومت وقت کی طرف سے انہیں سر کا خطاب ملا تھا، اس لئے سرسید کے نام سے مشہور ہوئے۔ 1878ء میں امپریل کونسل کے رکن نامزد ہوئے۔ 1882ء میں ایجوکیشن کمیشن کے رکن رہے اور 1887ء میں پبلک سروس کمیشن کے رکن نامزد ہوئے۔ 1888ء میں انہیں کے سی ایس آئی کا خطاب ملا۔ 1889ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ آخری برسوں میں ان کی صحت خاصی خراب رہتی تھی۔ اسی حالت میں کام کرتے رہے۔ اور بالآخر اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

سرسید نے اپنی ملازمت کے پینتالیس سال بڑی نیک نامی سے بسر کئے تھے۔ اس دوران میں انہوں نے سرکاری فرائض کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور ترویج علوم کے لئے بھی وقت نکالا تھا۔ لیکن سرکاری ملازمت کو جب اپنے مشن کی راہ میں حائل دیکھا تو اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور مذہبی اور قومی مصلح کی حیثیت سے سرگرم عمل ہو گئے۔

سرسید کی زندگی تین جہتوں سے ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ مصنف بھی تھے مذہبی مصلح بھی اور قومی رہنما بھی تھے۔ مصنف کی حیثیت سے انہوں نے تاریخی اور مذہبی مباحث سے خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا۔ ان کی مشہور کتابیں انہی مضامین کے متعلق ہیں۔ دوران ملازمت انہوں نے یہ کتابیں لکھیں۔ "انتخاب الاخوین یعنی قواعد دیوانی کا خلاصہ"، "قول متین در ابطال حرکت زمین"، "تسہیل فی جراثقیل"، "رسالہ اسباب بغاوت ہند" اور "آثار الصنادید" (1847ء) جو دہلی اور نواح دہلی کی عمارات کی تحقیقی تاریخ ہے۔ اسے دیکھ کر انہیں رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کا فیلو مقرر کیا گیا تھا۔ اسکے علاوہ سرسید نے "آئین اکبری" اور "تاریخ فیروزشاہی" کی تصحیح کی۔ "تزک جہانگیری" شائع کرایا اور "تاریخ سرکشی بجنور" کو مرتب کیا۔

مذہبی تصانیف میں سرسید زیادہ تر سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید سے متاثر تھے۔ چنانچہ انہوں نے رسالہ "راہ سنت و بدعت" (1850ء) طریقہ محمدیہ کی تائید اور اہل تقلید کی تردید میں لکھا۔ "تحفہ حسن" شاہ عبدالعزیز کی کتاب "تحفہ اثناء عشریہ" کے باب نمبر 12'10 کا ترجمہ رد شیعہ میں اور "کلمۃ الحق" (1849ء) پیری مریدی کے خلاف لکھا۔

شروع میں سرسید کا مسلک یہ تھا کہ انگریزوں اور مسلمانوں کی نفرت دور کرنے ہی میں بہتری ہے۔ چنانچہ انہوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے تعلقات کو خوشگوار کرنے کے لئے تصانیف کا سہارا لیا۔ "تحقیق لفظ نصاریٰ" رسالہ احکام طعام اہل کتاب (1868ء) کے علاوہ بائبل کی تفسیر "تبیین الکلام" بھی اس زمانے میں لکھی گئی۔ 1866ء میں انہوں نے سائنٹیفک سوسائٹی بھی قائم کی، جس نے اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کے نام سے جاری کیا۔

ملازمت کے بعد سرسید نے نتیجہ خیز تصانیف کا ایک ڈھیر سا لگا دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمد" کے جواب میں "خطبات احمدیہ" (1870ء) تصنیف کی۔ اس کے بعد تفسیر القرآن لکھی جو نامکمل رہی۔ یہ تفسیر سترہویں پارے تک لکھ پائے تھے کہ انتقال ہو گیا۔ اسی دور میں رسالہ تہذیب الاخلاق کا اجراء ہوا جو 24 دسمبر 1870ء سے شروع ہوا اور چھ سال کے بعد بند ہو گیا۔ اس کا دوسرا دور دو سال پانچ ماہ کا ہے اور تیسرا دور تین برس کا ہے۔ اس رسالے میں دیگر اہل قلم کے ساتھ ساتھ سرسید کے مضامین بھی چھپتے تھے جو زیادہ تر مذہبی، اصلاحی اور قومی مقاصد کے حامل ہوتے تھے۔

مذہبی مصلح کی حیثیت سے سرسید سب سے پہلے مجتہد تھے، جنہوں نے جدید علم الکلام کی ضرورت کو محسوس کیا۔ یہ وہ دور ہے جب مغرب میں سائنسی اور مادی ترقی زوروں پر تھی اور اہل یورپ مذہب اور سائنس کو دو الگ الگ خانوں میں رکھ چکے تھے۔ اس کا اثر مسلمانوں پر بھی ہو رہا تھا اور وہ سمجھ رہے تھے کہ اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ دوسرا بڑا خطرہ عیسائی مشنریوں کا بڑھتا ہوا رسوخ تھا اور تیسرا خود مسلمانوں کے دلوں میں مستشرقین کی بیان کردہ باتوں سے غلط خیالات پیدا ہو رہے تھے اور وہ اسلام کو خلاف عقل مذہب سمجھنے لگے تھے۔ اس وقت سرسید نے جدید علم الکلام کی بنیاد

ڈالی۔ جس کی بناء پر سرسید نے قرآن کے تمام مندرجات کو عقل اور سائنس کے مطابق ثابت کیا ہے' مثلاً" معراج اور شق صدر کو خواب کا فعل مانا ہے۔ حساب کتاب' میزان' جنت و دوزخ کے متعلق تمام قرآنی ارشادات کو استعارہ اور تمثیل قرار دیا ہے۔ ابلیس اور ملائکہ کے خارجی وجود' حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے اور آسمان پر زندہ اٹھائے جانے۔ جنوں کو بھوتوں کی قسم کی مخلوق ماننے سے قطعی انکار کیا۔

سرسید کے ان اقدامات کی بناء پر ان پر کفر کے الزامات لگائے گئے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج سرسید کے لگائے ہوئے پودوں نے برگ و بار ہی کیا ثمر دینا شروع کر دیا ہے۔ مسلمان ایک بار پھر اقوام عالم میں اپنا وجود منوا رہے ہیں۔ بے شک سرسید کے جدید علم الکلام پر کئی طرح کے اعتراضات ہو سکتے ہیں لیکن اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ سرسید نے جو کچھ کیا' قوم کی بہتری کے خیال سے کیا۔ خود ان ہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

"میں صاف کہتا ہوں کہ اگر لوگ تقلید نہ چھوڑیں گے اور خاص اس روشنی کو جو قرآن و حدیث سے حاصل ہوتی ہے' نہ تلاش کریں گے اور حال کے علوم سے مذہب کا مقابلہ نہ کریں گے تو مذہب اسلام ہندوستان سے معدوم ہو جائے گا۔ اسی خیرخواہی نے مجھے برانگیختہ کیا ہے جو میں ہر قسم کی تحقیقات کرتا ہوں اور تقلید کی پرواہ نہیں کرتا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لینا ہی ایک طہارت ہے جس سے کوئی نجاست باقی نہیں رہتی۔"

اگرچہ سرسید نے کئی مسائل میں جمہور علماء سے اختلاف بھی کیا ہے' مگر ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ ایسا اختلاف بڑے بڑے علماء و مشائخ نے کیا ہے اور اگر اختلافات کی بناء پر آدمی کافر ٹھہرایا جائے تو پھر اسلام میں کوئی بھی قابل ذکر ہستی مسلمان نہیں رہتی۔

اردو ادب پر بھی سرسید کا گہرا اثر پڑا۔ ان کی بدولت ایک نئے دبستان کا آغاز ہوا۔ جس نے سادہ سلیس انداز میں نثر نگاری شروع کی اور عقلیت اور مقصدیت' ٹھوس اور جامع مسائل کو عام فہم انداز میں بیان کرنا شروع کیا۔ اردو میں انشائیہ نگاری اور تحقیق و تنقید کی شاخوں کا اجراء ہوا۔ اردو میں علمی اور سنجیدہ نثر نگاری کے وہ خود بانی تھے' جسے ان کے رفقاء نے بہت ترقی دی۔ ادب میں حقیقت' سچائی اور فطریت کی تحریک انہی نے اٹھائی' جس کی بناء پر انہیں "نیچری" (فطرت پرست) بھی کہا گیا۔

بحیثیت رہنمائے قوم سرسید کا سب سے اہم کارنامہ ان کی تعلیمی تحریک ہے انہوں نے مسلمانوں کے مصائب کا حل تعلیمی ترقی میں مضمر جانا اور پھر اس کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ لندن سے واپسی پر انہوں نے ایک کمیٹی برائے خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان کے نام سے قائم کی اور تعلیم کے موضوع پر مضامین لکھوا کر ایک درس گاہ کا آغاز کیا۔ مئی 1875ء میں علی گڑھ میں اس مدرسے کا افتتاح ہوا۔ دو سال بعد یعنی جنوری 1877ء میں اسے کالج کا درجہ ملا اور اگلے برس سے یہاں کالج کی تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ یہ ایک طرح کی اقامتی درس گاہ تھی' اس لئے اس کے ساتھ ہوسٹل بھی تھے۔ طلبا کی ہر طرح سے تربیت کی جاتی تھی۔ کہنے کو تو یہ کالج تھا مگر حقیقت میں مسلمانوں کا ایک اہم سیاسی مرکز تھا۔ سرسید مسلمانوں کے سیاسی امور کے رہنما تھے۔

سرسید کی سیاسی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔ دو قومی

نظریے کا واضح اعلان انہی نے کیا۔ یہ چیز اردو ہندی زبانوں کے جھگڑے سے چلی اور پھر سرسید جو پہلے اتحاد مذاہب کے قائل تھے۔ مسلمانوں کے لئے علیحدہ سیاسی حقوق لینے کے لئے تل گئے۔ ان کی اس سیاست کی تربیت گاہ علی گڑھ کالج ہی تھا۔ اگرچہ یہ کالج بڑے بڑے علماء تو تیار نہ کر سکا جیسا کہ سرسید نے کہا تھا کہ فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہو گا۔ نیچرل سائنس بائیں ہاتھ میں اور کلمہ کا تاج سر پر ہو گا۔" لیکن یہاں سے ایسے طلباء تربیت پا کر نکلے جو سیاسی میدانوں کے ماہر ثابت ہوئے۔

جہاں تک سرسید کے کردار کا تعلق ہے، آج تک کسی نے بھی اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ وہ دیانت دار، مخلص اور صاف گو شخص تھے۔ ان کا جذبہ مستقیم اور راستبازی کا تھا۔ خود کو اکثر "نیم چڑھا وہابی" کہتے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ معاملات کو جیسا صحیح سمجھتے ہیں، بیان کرتے ہیں۔ اب اگر لوگ انہیں غلط سمجھیں تو اس کی انہیں پرواہ نہیں۔ انہوں نے جو جاہ و اقتدار حاصل کیلئے اس سے اگر اپنی ذات کے لئے کچھ کرنا چاہتے تو مشکل نہ تھا۔ وہ اتنی اہم شخصیت کے مالک تھے کہ حکومت وقت سے ایک مستقل ریاست بطور جاگیر لے سکتے تھے۔ مگر بقول آرنلڈ نہ اس کے پاس رہنے کو گھر تھا۔ نہ مرنے کو اور جب وہ مرا تو اس کی تجہیز و تکفین کے لئے ایک پیسہ بھی گھر سے نہ نکلا۔ یہ شان قلندری نہ تھی تو اور کیا تھا؟

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

پیپلز کلیئرنگ ایجنسی
کسٹم ہاؤس سے منظور شدہ
کلیئرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ
۲۵ سالہ تجربہ کار
کلیئرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے
ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔
ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔
۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی
فون: ۲۴۲۶۱۲۸ ۲۴۳۱۰۴۵-۲۴۲۷۵۲۷
فیکس نمبر:- ۲۴۱۹۷۸۲
ٹیلیکس: ۲۱۰۴۳ BTC PK

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیگم فریدہ احمد (فلوریڈا)

نیا قرآن

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزہ خوں ریز ہے ساقی؟

ملت مسلمہ پر افتادیں تو ہزار برس سے پڑتی آئی ہیں اب جو ابتلا نگاہوں کے سامنے ہے تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ قرآن بدلا جا رہا ہے۔ کلام الٰہی کے ساتھ لفظی چھیڑ چھاڑ کی جا رہی ہے۔ ناقابل یقین بات ہے نا؟ لیکن پھر سنئے اور جگر تھام کر سنئے۔ تفسیر، بیان، مفہوم، معانی کی بات نہیں ----- کلام اللہ کے الفاظ بدلے جا رہے ہیں! حروف تبدیل کئے جا رہے ہیں۔ اعراب گرائے جا رہے ہیں۔ آیات کے نمبر آگے پیچھے کئے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن حکیم کی سورتوں کے نام اور عنوان نئے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جی ہاں! سورہ بنی اسرائیل کا نیا نام اب ہے "الاسراء"، سورہ مومن کا "غافر"، حم السجدہ کا "فصلت"، سورہ الدہر کا نیا نام "الانسان"، سورہ الم نشرح کا "الشرح"، سورہ لہب کا نیا نام "المسد" رکھ دیا گیا ہے۔ حروف، اعراب کی غلطیاں سینکڑوں کی گئی ہیں! کس نے کی ہے یہ جرات؟ کون ہوا ہے مرتکب اس توہین کا؟ کس ظالم نے کی ہے یہ سازش؟ کون ذمہ دار ہے اس گستاخی کا؟

قصاص خون تمنا کا مانگئے کس سے؟
حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے

جی ہاں یہ سانحہ وقوع پذیر ہوا ہے ارض حرم میں "خادم الحرمین شریفین" ملک فہد بن عبدالعزیز کے نام سے! قرآن کریم کے کئی ملین نسخے ملک فہد پرنٹنگ پریس کے پرچم تلے "مصحف المدینہ" کے نام سے چھاپ کر دنیا بھر میں پھیلا دیئے گئے ہیں۔ اس نسخے کا پورا نام ہے "مصحف المدینته النبویہ"۔ حج کے موقع پر یہ نسخے لاکھوں کی تعداد میں حاجیوں میں بانٹے جا رہے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ نسخہ علیحدہ پاروں کی صورت میں بھی شائع ہوا ہے اور انگریزی ترجمے کے ساتھ بھی۔ ہمارے پاس جو نسخہ موجود ہے وہ نیلے رنگ سے مجلد کیا گیا ہے اور اس پر جاذب نظر سنہری نقش نگاری کی گئی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ "مصحف المدینته النبویہ" کی اشاعت کا جو سال درج ہے وہ ہے 1410ھ! یعنی وہی زمانہ ہے "صحرائی طوفان" (Desert Storm) کا جب اہل مغرب نے عراق پر یورش کی تھی۔

یہ اتنا بڑا سانحہ ہے کہ اسے انسانی سہو و خطا سمجھ یا کہہ کر آگے بڑھ جانا ایک سنگین جرم ہو گا۔ کیا ہم یہ سوچ کر دل کو تسلی دے لیں کہ اللہ اپنی کتاب کی خود حفاظت کرے گا؟ گزشتہ 14 صدیوں میں اللہ اپنی کتاب کی حفاظت بندوں کے ذریعے ہی تو کرتا آیا ہے۔ کسی نے لکھا تو کسی نے حفظ کیا۔ کسی نے شائع کیا تو کسی نے احتساب کیا۔

کمال توجہ کا موقع ہے کہ اس نسخے یعنی "مصحف

المدینۃ النبویہ" کے پہلے صفحے پر نمایاں کر کے خدا کا یہ اشارہ طبع کیا گیا ہے "بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" اور اسی پہلے صفحے پر انگریزی میں لکھا ہے کہ خادم الحرمین شریفین ملک فہد بن عبدالعزیز السعود اس نسخے کی طباعت کو اپنے لئے باعث اعزاز سمجھتے ہیں۔

اب تک ہم نے جو عرض کیا اس سلسلہ کلام کی چند کڑیاں ملائیے۔ 1410ھ یعنی 1990ء "صحرائی طوفان" یلغار مغرب، اہل عرب کی جدید محکومی، مسلمانوں پر بنیاد پرستی کے الزامات، ملت اسلام میں بیداری کے کچھ آثار، رجوع الی القرآن کی مدھم آوازیں۔

علامہ اقبالؒ نے "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں ابلیسی قوتوں کی سب سے بڑی فکر اور تشویش یوں بیان فرمائی ہے۔

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبرؐ کہیں

ابلیسی قوتیں گزشتہ ایک ہزار برس میں "شرع پیغمبرؐ" کو چھپائے رکھنے میں پوری طرح کامیاب رہی ہیں۔ وہ یوں کہ انہوں نے مسلمان کو قرآن سے دور کر رکھا ہے۔ مذہب قیصوں کے یہاں ملتا ہے یا عباسی دور میں لکھی گئی تاریخ و روایات میں اور قرآن حکیم "تلاوت" اور برکت کے لئے رہ گیا ہے! وہ کتاب عظیم جو بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے نازل کی گئی تھی آج اس کی آیات گھول کر پی جا رہی ہیں، بیماریوں کو اس کے اوراق کی ہوا دی جا رہی ہے اور مرنے والوں پر اس کی یٰسین (یاسین) پڑھی جا رہی ہے یا اسے پڑھ کر مردے بخشوائے جا رہے ہیں! یہ سب کچھ ایک ہزار برس سے ہو رہا ہے اور ملت کے زوال کا سبب صرف یہی ہے کہ مسلمان نے قرآن کو ترک کر کے اور جھوٹی تاریخ و روایات کو سینے سے لگا کر اپنے دین کو مذہب سے بدل لیا ہے۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

اس صدی میں اور خصوصاً گزشتہ نصف صدی میں بہ فیض علامہ اقبالؒ امت مسلمہ میں یہ احساس ذرا بیدار ہونے لگا تھا کہ اسلام مذہب نہیں، دین ہے اور دین کی طرف لوٹنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ قرآن حکیم کی تعلیم کو سمجھا جائے اور قرآن خالص کی طرف لوٹا جائے۔ دین جو ایک اجتماعی طرز حیات ہے بالمقابل مذہب جسے انسان کا پرائیویٹ معاملہ سمجھا جاتا ہے اور جو صرف چند رسموں اور ہزاروں "مسائل" کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ہوا یہ ہے کہ کسی "کافر ادا" نے ملت اسلامیہ کی رجوع الی القرآن کے رجحان کو ابتدا ہی میں بھانپ لیا ہے۔ شرع پیغمبرؐ کے آشکار ہونے سے پہلے اس کافر ادا کے غمزۂ خونریز نے اللہ والوں کی متاع دین و دانش لوٹنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ اللہ کی آخری کتاب میں 1410 ہجری سے جاری کردہ تحریف کی سازش کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں سے ان کی آخری امید اور آخری سہارا بھی چھین لیا جائے۔ کتاب حکیم کی سورتوں، آیات، الفاظ اور اعراب میں رفتہ رفتہ ایسی تبدیلی عمل میں لائی جائے کہ چند برسوں بعد مسلمان قران کے نسخوں کے بارے میں اسی طرح جھگڑنے لگیں جیسے احادیث، فقہ اور سنت کے موضوع پر آج دست و گریباں رہتے ہیں۔ جب تک غیر متبدل قران موجود ہے دیگر جھگڑے اس کی روشنی میں طے ہو سکتے ہیں لیکن جب "القرآن" کو جانچ پڑتال کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے تو حق و باطل کی میزان کہاں سے آئے گی

بنیاد لرز جائے جو دیوار چمن کی
ظاہر ہے کہ انجام گلستاں کا ہے آغاز

اب یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ نے خود لیا ہے' ہم فکر کیوں کریں؟ غور فرمایئے کہ اللہ نے تو تمام مخلوقات کے رزق کا ذمہ بھی لیا ہے لیکن دنیا میں روزانہ ہزاروں افراد بھوک سے مرجاتے ہیں! اللہ کی ذمہ داری ان معنوں میں ہے کہ اس نے وسائل اور اسباب پیدا فرما دیئے ہیں۔ ان وسائل و اسباب کا صحیح استعمال انسان کی ذمہ داری ہے۔ لہذا قرآن کریم کے صحیح معنوں میں "حافظ" ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اس حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ جن اصحاب کے پاس "مصحف مدینہ النبویہ" موجود ہیں اور ان کی سورتوں کے ناموں میں وہ تبدیلی پائی جائے جو ہم نے درج کی ہے تو وہ نسخے مقامی مسجدوں کے اماموں اور مسلم حکومتوں کی تحویل میں دے دیئے جائیں۔ حکومت پاکستان اور حکومت سعودی عرب اور سفارت خانوں سے بھی اسی موضوع پر رابطہ کرنا چاہئے تاکہ یہ نسخے تلف کئے جاسکیں۔

کینیڈا میں جناب شاہد خان اوران کے بھائی جناب راحت خان 18 برس سے شمع قرآنی روشن کئے ہوئے ہیں۔ مزید معلومات اور تعاون کے لئے ان مخلص برادران کی خدمات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کی قرآنی انجمن کا پتہ نوٹ کر لیجئے۔

معرفت سید اشتیاق احمد
P.O.BOX. 2115
3975 JANE ST DOWNSVIEW
ONT CANADA M3N3A3
PHONE NO. (416) 245-5322.

ختم نبوت فنڈ کا قیام

طلوع اسلام عقیدہ ختم نبوت کو دین کی اصل اور اسلام کی اساس سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں ہوسکتا، نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ختم نبوت کا اعلان دراصل نوع انسان کی آزادی کا اعلان ہے۔ انسانی اختیار و ارادہ پر جس قدر پابندیاں عاید کرنی مقصود تھیں ان سب کی صراحت قرآن مجید میں کردی گئی ہے۔ اور اس امر کی ضمانت دی گئی ہے کہ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کرسکتا۔ یہ ضمانت نوع انسان کے لئے بہت بڑی رحمت ہے کیونکہ اس کی رو سے انسان اپنی آزادی کی طرف سے حتمی اور یقینی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے۔

علامہ غلام احمد پرویز نے اپنی معرکہ آراء تصنیف "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" میں اس موضوع پر نہایت مدلل اور پرمغز بحث کی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر ادارہ طلوع اسلام نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی وسیع پیمانے پر اشاعت کر کے مفت تقسیم کیا جائے تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کرسکیں اور دوسرے یہ کہ عقیدہ ختم نبوت سے متعلق طلوع اسلام کے نقطہ نظر کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کی وضاحت ہوجائے۔ اس کام کے لئے بہت ساری رقم درکار ہے جو کہ تحریک طلوع اسلام کی مالی استطاعت سے باہر ہے۔ لہذا، ختم نبوت کے نام سے فنڈ قائم کیا گیا ہے اور طلوع اسلام کے تمام کرم فرماؤں سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اس فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیں تاکہ اس کام کو خوش اسلوبی سے سر انجام دیا جاسکے۔ آپ اپنے عطیات ادارہ طلوع اسلام یا طلوع اسلام ٹرسٹ ختم نبوت فنڈ کے اکاؤنٹ میں بھجوائیں۔ تحریک آپ کے تعاون کے لئے ممنون رہے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ

پاکستان کا معمار اول

کہتے ہیں کہ جب سیمرغ (Phoenix) کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کے آخری دن قریب آگئے ہیں تو وہ اپنے گرد تنکے جمع کرلیتا ہے اور اس آشیاں میں بیٹھ کر دیپک راگ الاپتا ہے جس سے اس کے پروں سے شعلے نکلتے ہیں۔ ان سے اس کا آشیانہ بھی جل جاتا ہے اور وہ خود بھی راکھ کا ڈھیر بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد اس راکھ پر بارش کا چھینٹا پڑتا ہے تو اس میں سے ایک نیا سیمرغ پیدا ہو جاتا ہے۔

قوموں کی حیات نو

سیمرغ کے متعلق تو معلوم نہیں، لیکن جن قوموں میں زندگی کی کوئی رمق بھی باقی ہوتی ہے۔ حوادث زمانہ انہیں جلا کر راکھ کا ڈھیر بھی کیوں نہ بنا دیں، ان کی خاکستر کے نیچے دبی ہوئی چنگاری ابھرتی ہے اور اس سے ایک ایسا زندہ انسان پیدا ہو جاتا ہے جو اس قوم کو حیات نو عطا کر دیتا ہے۔ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا تھا جب کہا تھا کہ۔

ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

1857ء کے بعد

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ---- کہ جسے انگریز کی استعماریت نے "غدر" سے تعبیر کر کے تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی تھی ---- مسلمان یکسر راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئے تھے۔ ان کی سلطنت ہی نہیں چھنی تھی، ان کی ملی ہستی ختم ہو گئی تھی۔ وہ ایک قوم کی حیثیت سے باقی ہی نہیں رہے تھے۔ انگریز کی سیاست نے **یذ بحون ابناء هم ویستحیون نساء هم** کی ملت کش پالیسی اختیار کر کے ایک بار پھر فرعونی استبداد کی یاد تازہ کرا دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہندو نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ وہ انگریزوں کے ساتھ مل کر اپنی ہزار سالہ غلامی کا انتقام ان مسلمانوں سے لے گا جو کسی نہ کسی طرح زندہ رہ گئے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے ہر اس اقدام کا مورد مسلمانوں کو ٹھہرایا جو انہیں حوالہ دار و رسن کرنے کا بہانہ بن سکے۔ "لائل محمڈنز اوف انڈیا" کے مصنف کے الفاظ میں:-

"اس وقت کوئی آفت ایسی برپا نہیں ہوئی جس کے متعلق یہ نہ کہا گیا ہو کہ اسے مسلمانون نے برپا کیا تھا، خواہ اسے رام دین اور ماتا دین نے ہی برپا کیوں نہ کیا ہو۔ کوئی بلا آسمانوں سے ایسی نہیں آئی جس نے سب سے پہلے مسلمانوں کا گھر نہ تاکا ہو۔ کوئی کانٹوں والا درخت اس زمانے میں نہیں اگا جس کی نسبت یہ نہ کہا گیا ہو کہ اسے مسلمانوں نے بویا ہے۔ کوئی آتشیں بگولا نہیں اٹھا جس کے بارے میں یہ مشہور نہ کیا گیا ہو کہ اسے مسلمانوں نے اٹھایا ہے۔"

یہی تھے اس قوم کے وہ ناکردہ گناہ جن کی پاداش میں

ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب (دی انڈین مسلمانز) میں تجویز کر دیا کہ مستقبل کے ہندوستان میں مسلمانوں کا مقام لکڑہاروں اور سقوں سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا۔ لیکن عین اسی زمانے میں خود انگریزی حکومت کے ایک دفتر کا معمولی ملازم (صدر امین کا سررشتہ دار) جس کے بچپن اور جوانی کا زمانہ خود اس کے اپنے الفاظ میں "کبڈی کھیلنے"، کنکوے اڑانے اور ناچ مجرے دیکھنے میں گزرا تھا۔ اس قوم کی خاکستر سے چنگاری بن کر ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے قوم کے عروق مردہ میں زندگی بخش حرارت بنکر سرایت کر گیا۔ جب اسکے دل میں قوم کو سنبھالنے کا احساس بیدار ہوا تو فضا میں چاروں طرف چھائی ہوئی مایوسی کا عالم کیا تھا' اس کے متعلق اس نے بعد میں خود کہا تھا کہ :-

"میں اس وقت ہرگز یہ نہیں سمجھتا تھا کہ قوم پھر پنپ سکے گی اور از سر نو عزت پانے کے قابل ہو جائے گی .... آپ یقین کیجئے کہ اس غم نے مجھے بڈھا کر دیا اور میرے بال سفید ہو گئے۔"

کیریکٹر کی بلندی

یہ مسیحائے ملت کہ قوم کے غم نے جس کے جوانی ہی میں بال سفید کر دیئے' سید احمد خان' جو بعد میں "سرسید" کے نام سے متعارف ہوا۔ اس زمانے میں بھی اس کے دل میں قوم کے غم کی گہرائی اور کیریکٹر کی بلندی کی کیا کیفیت تھی' اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایئے۔ اس نے اس عالم گیر خلفشار کے زمانے میں' محض انسانی ہمدردی کی بنا پر بہت سی انگریز عورتوں اور بچوں کی جان بچائی تھی۔ حکومت نے ان خدمات کے صلے میں روسائے چاند پور کی ضبط شدہ جاگیر اور اس کے ساتھ ایک معقول جائیداد پیش کی لیکن اس نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ :-

"ایک مسلمان بھائی کے خون سے اپنی پیاس مجھے کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتی۔"

اس نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی ایک تقریر میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ :-

"میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ سے زیادہ نالائق اس دنیا میں کوئی نہ ہو گا کہ قوم پر تو یہ بربادی ہو اور میں ان کی جائیداد لے کر تعلقہ دار بنوں۔ چنانچہ میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

ستاروں کو دیکھنے کی تمنا

یاد رہے کہ "سرسید" اس زمانے میں انگریز کی حکومت کا ملازم تھا اور وقت ایسا تھا کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کی پیش کش سے انکار' اس شخص کو باغیوں کے زمرے میں شامل کرا دینے اور پھانسی کے تختے پر لٹکوا دینے کے لئے کافی تھا۔ اس کے بعد "سرسید" کھل کر سامنے آ گیا اور ایک طرف مسلمانوں کو انگریز کے استبداد اور ہندو کی دیسہ کاریوں سے بچانے اور دوسری طرف ان بکھرے ہوئے تنکوں کو اکٹھا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ وہ اس زمانے میں کہا کرتا تھا کہ :-

"میں جب رات کو آسمان کی طرف دیکھتا ہوں تو اس کے اس حصے کی جو نیلا نیلا سیاہ اور ڈراؤنا سا دکھائی دیتا ہے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا' بلکہ ان ستاروں کو دیکھنا چاہتا ہوں جو اس میں چمکتے ہیں اور معشوقانہ انداز کی کشش سے ہمیں اپنی طرف کھینچتے ہیں۔"

اور پھر وہ اپنے ساتھیوں سے سوال کیا کرتا تھا کہ :-

کیا تم اپنی قوم میں اس قسم کے لوگ پیدا کئے بغیر جو ستاروں کی طرح چمکتے ہوں اپنی قوم کو معزز اور دوسری قوموں کی نگاہ میں باعزت بنا سکتے ہو۔

کفر کے فتوے

وہ قوم کے لئے یہ کچھ کر رہا تھا اور قوم کے علمائے کرام اور مفتیان عظام اس پر کفر کے فتوے لگانے کے جہاد عظیم میں مصروف تھے اور سارا زور اسے 'ملحد' 'لامذہب' 'کرسٹان' 'نیچری' 'دہریہ' 'دجال' 'مرتد اور کافر ثابت کرنے میں صرف فرما رہے تھے۔ اس میں ہر فرقہ کے مولوی صاحبان شامل تھے۔ حتیٰ کہ جب فتویٰ پر چوٹی کے ساٹھ (60) مولویوں کی مہروں اور دستخطوں سے "سرسید" کی تکفیر پر اجماع ہو گیا تو پھر یہ حضرات یہاں سے بھاگے بھاگے مکہ معظمہ پہنچے تاکہ حرمین شریفین کی مہروں سے فتوے کی تثبیت کو اور زیادہ ثابت کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے بھی فرما دیا کہ:۔

"یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی طرف مائل ہو گیا ہے یا زندیق ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا۔ اگر اس نے گرفتاری سے پہلے توبہ کر لی اور گمراہیوں سے رجوع کیا اور توبہ کی علامتیں اس سے ظاہر ہو گئیں تو قتل نہ کیا جائے ورنہ دین کی حفاظت کے لئے اس کا قتل واجب ہے۔"

فتوے کا جواب

سرسید" قریہ قریہ' گاؤں گاؤں' شہر بہ شہر' کوچہ بکوچہ' قوم کا درد دل میں لئے' اس کی زندگی اور فلاح و بہبود کے لئے دیوانہ وار پھرتا تھا اور یہ "حامیان شرع مبین اور مفتیان دین متین" کفر کے فتوؤں کا انبار اٹھائے' اس کے پیچھے لگے رہتے اور لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ اگر نجات چاہتے ہو تو اس شخص کی کوئی بات نہ سننا۔ اس کے جواب میں سرسید" کیا کہتا' سنئے۔

ایک مرتبہ وہ اسی تکفیر کے ہنگاموں اور گالی گلوچ کے جلو میں علی گڑھ مدرسہ کی تعمیر کے سلسلے میں لاہور آیا تو ایک اجتماع عظیم میں تقریر کرتے ہوئے اس نے کہا:۔

"اے بزرگان پنجاب! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک کافر و مرتد آپ کی قوم کی بھلائی کی کوشش کرے تو آپ اسے اپنا خادم اور خیر خواہ نہیں سمجھیں گے؟ آپ کے لئے دولت سرا بنانے' میں جس میں آپ آرام کرتے ہیں اور آپ کے بچے آرام کرتے ہیں۔ یا آپ کے لئے مسجد بنانے میں' جس میں آپ خدائے ذوالجلال کا نام پکارتے ہیں۔ چمار' قلی' کافر' بت پرست' بدعقیدہ' سب مزدور کام کرتے ہیں مگر آپ نہ کبھی اس دولت خانے کے دشمن ہوتے ہیں اور نہ مسجد کے منہدم کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ آپ مجھے بھی اس مدرسہ (علی گڑھ) کے قائم کرنے میں ایک قلی اور چمار کی مانند تصور کیجئے اور میری محنت اور مشقت سے اپنے لئے گھر بننے دیجئے۔"

دو الگ الگ قومیں

سرسید" کی یہ ساری کوششیں کس مقصد کے لئے تھیں؟ اس مقصد کے لئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی ------ جو بکھرے ہوئے تنکوں کی طرح فضا میں منتشر تھے پھر سے شیرازہ بندی کی جائے تاکہ وہ اس ملک میں قائم بالذات اور مستقل جداگانہ قوم کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔ مسلمانوں کو یہ حیثیت دینے کے لئے نہ انگریز تیار تھا نہ ہندو رضامند۔ انگریز انہیں ایک باغی مذہبی فرقہ تصور کرتے تھے اور ہندو انہیں اچھوت قرار دینے کے درپے تھے لیکن سرسید" نے ان دونوں کے علی الرغم' اعلانیہ کہہ دیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔

"اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ دونوں قومیں اب کسی کام میں بھی دل سے شریک نہیں ہو سکیں گی۔ ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا جوں جوں وقت گزرتا جائے گا یہ مخالفت اور عناد

ان ہندوؤں کے سبب سے ابھرے گا جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں' جو زندہ رہے گا وہ دیکھے گا۔

پاکستان کی پہلی اینٹ

سرسیدؒ نے یہ الفاظ 1867ء میں بنارس کے کمشنر مسٹر شیکسپئر کے سوال کے جواب میں کہے تھے۔ پاکستان کی بنیاد اس نظریہ پر استوار ہوئی ہے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں اس لئے ان کی مملکتیں بھی الگ الگ ہونی چاہئیں۔ اس اعتبار سے دیکھئے تو یہ اعلان' اس بنیاد کی پہلی اینٹ ہے' جو آج سے سو سال پہلے سرسیدؒ کے ہاتھوں سے رکھی گئی تھی۔ اس اینٹ کو رکھتے ہوئے اس نے دارالعلوم کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ :-

"یاد رکھو! سب سے سچا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اسی پر یقین رکھنے سے ہماری قوم 'ہماری قوم ہے۔ اگر تم نے سب کچھ کیا اور اس پر یقین نہ کیا تو تم ہماری قوم نہ رہے' پھر اگر تم آسمان کے ستارے بھی ہو گئے تو کیا؟ مجھے امید ہے کہ تم جدید علم اور اسلام دونوں باتوں کے نمونے ہو گے اور جبھی ہماری قوم کو حقیقی عزت نصیب ہو گی۔

یہ تھا پاکستان کا معمار اول ------ سرسیدؒ ------- جس پر یہاں سے لے کر مکہ معظمہ تک کے علمائے کرام نے کفر و الحاد کے فتوے لگائے تھے۔ سوچئے کہ اگر قوم اس وقت ان فتوؤں کا اثر قبول کر لیتی تو ہم گنہگار تو ایک طرف خود اس مقدس طائفہ کی اولاد کا کیا حشر ہوتا؟ ان میں سے کوئی بھی عبداللہ اور عبدالرحمان نہ ہوتا---- سب لالہ گردھاری لعل یا مسٹر فضل مسیح ہوتے۔

FOR ALL PUBLICATIONS
OF
ALLAMA GHULAM AHMED PARWEZ®
AND RECORDED LECTURES ON QURAN
PLEASE CONTACT
TOLU-E-ISLAM TRUST
25B,GULBERG2, LAHORE

ACCOUNT NO. CURRENT 4107-35
MAIN GULBERG BRANCH
HABIB BANK LIMTED LAHORE

PHONE: 876219, 5764484, 5753666
FAX 92 42 5764434
EMAIL : tluislam@brain.net.pk
INTERNET http://www.toluislam.com

ملک حنیف وجدانی

گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

28 مارچ 1998ء شام 4 بجے میں اپنے سبزیات کے فارم میں بیٹھا لفافوں میں بیج لگا رہا تھا کہ سکول سے آنے والی ایک طالبہ ڈاک خانہ سے میری ڈاک لائی اور کہا طلوع اسلام ہے۔ پرچہ کھولا' اور گمنام خادم محکمہ پولیس ... نام ... کا تذکرہ پڑھ کر بے اختیار منہ سے نکل گیا۔

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

جیل کے اندر کی خالی زمین۔ کھالوں' کھالیوں' نہروں' نالیوں کے کنارے درختوں پر بیل چڑھنے کی جگہ۔ ایک پولیس والے کو تو نظر آ گئی لیکن محکمہ زراعت والوں کو نظر نہ آ سکی۔ یستبدل قوم غیر کم اب اللہ جانے کس کس کی جگہ کون کون آئے گا۔ سکولوں کے اعداد و شمار فوج نے جمع کئے ہیں۔ اب شاید بنجر زمینوں کی آبی گزر گاہوں کے استعمال کا وقت قریب آنے والا ہے۔ یہ کار خیر ایسے ہی پولیس والے کریں گے۔

صاحب تحریک کے یہ الفاظ کہ

"میرے بچے اور وہ تمام لوگ جو میری اس تحریک کا اثر قبول کرتے ہیں بیج لیکر نکل کھڑے ہوتے ہیں اور جہاں موقع ملتا ہے بیج کاشت کر آتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد کدو اور توریوں کی یہ بیلیں خود کاشت پودوں کی طرح درختوں پر چڑھ کر پھل دینا شروع کر دیتی ہیں"

اور اس عملی تحریک کا جذبہ محرکہ بھی قابل مبارک باد ہے کہ

"خدا کی زمین' خدا کے درخت' جس کا جی چاہے پھل توڑے اور استعمال کرے۔ چھوٹی سی کوشش ہے پرویز صاحب کے پیش کردہ قرآنی نظام ربوبیت کے نفاذ کی۔ ہماری کوئی تنظیم نہیں ہر سال ہاتھوں ہاتھ منوں بیج تقسیم ہوتا ہے۔"

میں تمام باغبان حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ سبزیات کی کاشت کی اس تحریک میں شامل ہو کر سبزیات کے بیج مفت مہیا کرنے میں دل کھول کر امداد دیں۔ میں ادارہ طلوع اسلام کو اپنی طرف سے -/100 روپے ارسال کر رہا ہوں۔ اس کے بیج خرید کر تحریک میں پیش کر دیں۔ -/100 کے بیج میں یہاں اپنے طور پر تقسیم کروں گا۔ اور انشاء اللہ "باغبان تحریک" پھلدار پودہ جات اور سبزیوں کی کاشت کے لئے ہر قسم کی قربانی و تعاون میں پیش پیش رہے گی۔

❁❁❁

طلوع اسلام: ادارہ طلوع اسلام کو مالی امداد کی نہیں' ان کارکنوں کی تلاش ہے جو بیج کاشت کر کے سبزیاں مفت فراہم کرنے کی ذمہ داری سنبھال سکیں۔ نہ اللہ کی زمین تنگ ہے نہ درختوں کی کمی۔ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

❁❁❁

طلوع اسلام خطوط کے آئینے میں

1- محمد عثمان صاحب

میں میڈیکل کا سٹوڈنٹ ہوں۔ تھوڑا بہت وقت نکال کر پرچہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کلوننگ پر آرٹیکل پسند آیا۔ ابن انشا کا تراشا دلچسپ ہونے کے باوجود طلوع اسلام کی سنجیدہ امیج سے لگا نہیں کھاتا۔ سوال و جواب کا سلسلہ مفید ہے۔ پرچے میں تبدیلیاں دیکھ کر تازگی کا احساس ہوا۔

2- غلام احمد (انگلینڈ)

مارچ کے طلوع اسلام میں جناب عبداللہ ثانی صاحب کا مقالہ بعنوان "گہری سازش یا لاعلمی" پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ بریڈ فورڈ میں اہل علم حضرات کے اجتماع میں فیصلہ کیا گیا کہ اس سازش کو جمہور مسلمانوں کے علم میں لانے کے لئے بریڈ فورڈ' لیڈز' ہڈر' شیفیلڈ' و یکفایڈ' کیتھلے' برنلے' ڈیوزبری وغیرہ میں آئمہ مساجد سے رابطہ قائم کیا جائے۔

اس دل آزار خبر کی تشہیر ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے کرنے کا اہتمام کیا جائے اور

اس خبر پر مبنی اشتہارات چھپوا کر گھر گھر تقسیم کئے جائیں۔

چیئرمین کونسل آف مساجد بریڈ فورڈ نے سعودی ایمبیسی' مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ذمہ دار لوگوں سے رابطہ قائم کر کے صحیح صورتحال معلوم کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔

اس ساری کارروائی میں یہ امر انتہائی خوش آئند ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ بریڈ فورڈ کی مساجد کے آئمہ اکرام اور کونسل آف مساجد نے ہمارا بھرپور ساتھ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

4- محمد سلیم (لاہور)

ایک وقت تھا کہ میں پرویز صاحب کا سخت مخالف تھا لیکن ان کا مطالعہ کیا تو بڑے بڑے علماء مجھے بونے نظر آنے لگے۔ پہلے کٹر اہلحدیث تھا اب میرا عقیدہ ہے حضرت عمر کا عقیدہ ہے یعنی قرآن ہی کافی ہے۔

5- قاری عبدالشافی (گدو)

طلوع اسلام پڑھ کر خوشی بھی ہوئی اور دکھ بھی۔ خوشی اس بات کی کہ میں اتنے اچھے جریدے سے متعارف ہوا۔ دکھ اس بات کا کہ اتنا عرصہ میں اس سے بے خبر رہا۔ ہرچند کہ پرچے میں سبھی قسم کے مضامین شامل ہوتے ہیں لیکن دو چار صفحات مزاح کا رنگ لئے بھی ہونے چاہیں۔

6- بلال بشیر شیخ (اوکاڑہ)

"اسلام ہی کیوں سچا دین ہے" پڑھا۔ مصنف نے کمال کر دیا ہے۔ اس ایک پمفلٹ کے علاوہ میں مصنف کی دعوت فکر سے آگاہ نہیں اس کے متعلق مزید جاننا چاہوں گا۔

7- سردار سکندر اقبال (راولپنڈی)

پچھلے دنوں لیاقت باغ راولپنڈی کے ایک جلسے میں چند بک سٹال دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ایک سٹال ان میں طلوع اسلام کا بھی تھا جس سے چند کتابچے میسر آئے۔ کہنے کو تو یہ چند کتابچے تھے لیکن پڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ آنکھوں کے سامنے سے اندھیرا دور ہو گیا۔ اتنی بڑی حقیقت۔ اتنا بڑا انکشاف۔ میں تو آج تک یونہی اندھیروں میں بھٹکتا رہا۔ مزید لٹریچر فراہم ہو سکے تو ممنون ہوں گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر سید عبدالودود

پاکستان کا مطلب کیا؟

جنگ مورخہ 23 مارچ کے شمارہ میں محترم ڈاکٹر صفدر محمود صاحب کا مضمون "قرارداد پاکستان ایک یا ایک سے زیادہ ریاستیں" نظر سے گذرا۔ یہ بحث بڑی اہم ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ ذیل نکات پیش کئے:۔

"23 مارچ 1940ء مسلم لیگ کے جلسہ میں شیر بنگال جناب فضل الحق نے قرارداد لاہور پیش کی جس میں مطالبہ پیش کیا گیا کہ وہ علاقے جہاں مسلم اکثریت میں ہیں وہاں آزاد ریاستیں قائم کر دی جائیں۔ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ پھر 14 اگست کو پاکستان بن گیا۔ بدقسمتی سے پاکستان کے قیام کے بعد قرارداد پاکستان کے مفہوم کو بعض لوگوں نے اپنی خواہشات کے ہر سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ صوبائیت کی موجودہ عمر بھی اسی ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ بات تو فقط یہ تھی کہ قرارداد پاکستان میں لفظ ریاستیں استعمال ہوا تھا جس کی ہمارے ہاں مخصوص ذہن کے حامل سیاستدانوں نے تشریح یوں کی کہ اس سے مراد ایک ریاست نہیں بلکہ کئی ریاستیں تھیں۔ اسی تصور کو بنگلہ دیش کے قیام کی بنیاد بنایا گیا پھر کنفیڈریشن والوں کی طرف سے بھی لفظ "ریاستیں" سے گمراہی پھیلائی جا رہی ہے۔ بعض سرکردہ مسلم لیگیوں کے نزدیک لفظ ریاستیں ٹائپ کی غلطی ہے۔"

قوموں کی تاریخ ایک تدریجی ارتقائی عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے قومی ارتقا کو 23 مارچ 1940ء کے موڑ تک ختم کر دینا ناانصافی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے پاکستان کے ایک ریاست بننے کے ارتقائی مراحل کو یوں بیان کیا ہے۔

(1) قرارداد پاکستان میں پاکستان کا لفظ نہیں تھا۔ (2) مسلم لیگ نے سرکاری طور پر پاکستان کا لفظ 12 اپریل 1941ء کو استعمال کیا تھا یہ میٹنگ مدراس میں ہوئی تھی۔ (3) مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس 1943ء میں دہلی میں ہوا تھا جہاں پاکستان کا پرچم لہرایا گیا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ "ہندوستان کی آزادی کا راز قیام پاکستان میں مضمر ہے۔" (4) 1944ء میں جب گاندھی نے قائداعظمؒ سے استفسار کیا کہ کیا پاکستان سے مراد آزاد مملکتیں ہیں تو قائداعظمؒ نے واضح طور پر کہا نہیں۔ دونوں زون پاکستان کا حصہ ہوں گے۔

No They will form unity of Pakistan.

(5) مسلم لیگ نے 7 اپریل 1946ء کو دہلی میں مجالس قانون ساز کے نمائندوں کا کنونشن منعقد کیا جس میں ملک بھر سے مسلم لیگ کے صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس لحاظ سے یہ پہلا نمائندہ کنونشن تھا۔ یہ اجلاس لاہور کے 1940ء کے اجلاس سے اس لیے اہم ہے کہ 1940ء کا اجلاس عام اجلاس تھا جبکہ 1946ء کا اجلاس مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والے مجلس قانون ساز کے منتخب نمائندوں کا تھا۔ اس کنونشن میں جو قرارداد پیش کی گئی وہ ہماری تاریخ آزادی کا روشن مینار ہے۔ اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ بنگال، آسام، صوبہ سرحد، سندھ، پنجاب اور

بلوچستان کو اکٹھا کر کے ایک ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے۔ چنانچہ 1946ء کے انتخابات ایک پاکستان کے ایشو پر لڑے گئے۔

ڈاکٹر صدر محمود صاحب نے پاکستان کے ایک Complete Unit بننے کے ارتقائی مراحل کو خوبصورتی سے پیش کر دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس سے "ریاست یا ریاستوں" کا مسئلہ پورے طور پر حل نہیں ہو سکا۔ اس میں ایک الجھن باقی ہے جو اس ارتقاء کے راستے میں سد راہ ہے۔ سوال یہ ہے پاکستان میں فیڈرل فارم آف گورنمنٹ کب لائی گئی اور اسے کس نے شروع کیا؟ نظریہ پاکستان کی رو سے تو قوم میں Unity کا تصور ہے۔ اس کے برعکس فیڈرل فارم آف گورنمنٹ Union کی رو سے معرض وجود میں آتی ہے۔ فیڈریشن کی رو سے دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے اور یہ معاہدہ اس وقت معرض وجود میں آتا ہے جب یہ ریاستیں کمزور ہوں اور باہر سے کسی دشمن کا مقابلہ نہ کر سکیں یا یہ ریاستیں مالی طور پر کمزور ہوں۔ چنانچہ معاہدہ کا مطلب پہلے سے موجود ریاستوں کا آپس میں مل کر طاقت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اور اس اتحاد کے ذریعے مرکزی حکومت معرض وجود میں آتی ہے اور یہ مختلف آزاد ریاستیں اپنے مختلف نام برقرار رکھتے ہوئے ایک مرکز کو Surrender کرتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دو قومی نظریہ کی بنا پر اگر پاکستان وجود میں آیا ہے تو پھر یہاں فیڈریشن کیوں عمل میں لائی گئی۔

نظریہ پاکستان کی بنیاد تو قرآن کریم ہے

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ -- (64:3) "وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن" چنانچہ جب پاکستان بنا تو مومن قوم کافر قوم سے الگ ہو گئی۔ پھر اس کے بعد فیڈریشن کے کیا معنی؟ بنگال' سرحد' سندھ' پنجاب اور بلوچستان تو ہندوستان کے صوبے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد تو الگ الگ صوبے نہ رہے بلکہ مومن قوم کا حصہ بن کر پاکستانی وحدت میں شامل ہو گئے۔ اس صورت میں اگر ارتقا کے عمل کو درست تصور کیا جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بھی یہ ہندوستانی صوبے مسلم قوم کا حصہ نہیں تھے بلکہ اس کی بجائے الگ الگ ریاستیں ہی تھیں۔ ڈاکٹر صفدر محمود صاحب سے درخواست ہے کہ اس الجھن کا حل پیش فرمائیں۔

پھر فیڈرل فارم آف گورنمنٹ ایک آئین کے بغیر چل نہیں سکتی جو کہ فیڈریشن کے عمل کا بنیادی حصہ ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ کا کوئی قانون آئین کے خلاف ہو نہیں سکتا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی قانون آئین کے مطابق ہو اور قرآن کا قانون اس کے خلاف ہو تو آئین کو قرآن پر ترجیح دی جائے گی۔ جیسا کہ ڈاکٹر نسیم حسن شاہ سابق چیف جسٹس پاکستان اپنے گزشتہ مضامین میں فرما چکے ہیں۔ قرآن کریم کے مطابق تو حکومت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے..... **ان الحکم الا للہ** (12:40) لیکن پاکستان میں اقتدار اعلیٰ عوام کا ہے۔ اگر پاکستان قرآن کریم کی رو سے ایک وحدت کے طور پر عمل میں آیا ہے تو پھر قرآن کو اس ملک کا آئین ماننا لازمی امر ہے۔ جس صورت میں قرآن ہی آئین ہو گا نہ کوئی خود ساختہ نظام باقی رہ سکتا ہے نہ فیڈریشن۔

اگر ڈاکٹر صفدر محمود صاحب کے علاوہ بھی کوئی صاحب اس الجھن کا حل پیش کر سکیں تو ان کا مشکور ہوں گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقبول محمود فرحت (الفورڈ۔ انگلینڈ)

کافر اور مسلم راہنما

ذرا یہ تین اخباری خبریں پہلے نہایت سنجیدگی سے پڑھ لیں۔ چند ماہ ہوئے سویڈن حکومت کی ایک سینئر وزیر 39 سالہ مونا سابلن سویڈن کی وزیر اعظم بنتے بنتے رہ گئی۔ اخباری خبر کے مطابق وہاں کی حکومت تمام وزراء کو کریڈٹ کارڈ جاری کرتی ہے جسے وزراء جائز منظور شدہ سرکاری اخراجات مثلاً "کار پٹرول' ہوٹل' سفری اخراجات کی ادائیگی کے لئے استعمال کرتے ہیں مگر مونا سابلن نے بٹوہ میں نقدی کم ہونے کے باعث اپنے چھوٹے بچوں کے جانگئے اور چاکلیٹ اس کارڈ سے خریدی۔ پارلیمنٹ رولز و ریگولیشن کمیٹی کے علم میں بات آئی تو اس نے سخت نوٹس لیا۔ گو مونا سابلن نے اپنے ذاتی چیک سے ادائیگی کر دی مگر اس واقعہ سے اس کا سیاسی مستقبل داغدار ہو گیا اور وہ ملک کی وزیر اعظم بننے کے موقعہ سے ہاتھ دھو بیٹھی۔

پاکستان میں وزیر تو بہت دور کی بات ہے معمولی سرکاری آفیسر کروڑوں روپیہ کا غبن کرتا ہے' قومی سرمایہ لوٹتا ہے' کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔ ہو بھی جائے تو تحقیقاتی رپورٹ برس ہا برس منظر عام پر آنے سے قاصر رہتی ہے۔ وہ راشی افسر نہ صرف اپنی آسامی پر فائز رہتا ہے بلکہ ترقی بھی پاتا رہتا ہے۔ یہ قوم حامل قرآن نہیں مگر قرآن کے سنہری اصولوں کی حامل ہے۔ ایک اصول یہ ہے کہ نظام معاشرہ کی امانتوں میں خیانت نہ کرو (8/27) اور دوسرا نظام حکومت ایسا ہو کہ ذرہ بھر اچھائی کی تعریف ہو اور ذرہ بھر برا فعل بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے (8-7/99) اور مدارج کا معیار جوہر ذاتی اور سیرت و کردار ہے۔ (46/19)

پاکستان کے اخلاقی معیار کے مطابق مونا کی یہ معمولی کوتاہی سویڈن میں غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

ڈنمارک کی توری پارٹی کی سربراہ ہانس اینجل (Hans Angel) نے پارٹی کی لیڈر شپ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ خبر یہ تھی کہ موٹر وے پر اس کی کار کنٹرول میں نہ رہ سکنے سے کھمبے سے ٹکرا کر بالکل تباہ ہو گئی۔ معجزہ تھا کہ وہ بچ گئی۔ پولیس نے جائے وقوعہ پر اس کا طبی معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ خون میں مقررہ حد سے زائد شراب کے اثرات تھے۔ پولیس نے چالان کر دیا ہے عنقریب عدالت میں پیشی ہو گی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ عمال حکومت نہ رشوت لیں نہ ان کو رشوت دیکر ناجائز کام کروائے جائیں یا فائدہ اٹھایا جائے (2/188)

پاکستان کی پولیس اول تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کسی معمولی وڈیرہ' ایم۔ پی۔ اے کے خلاف ایف آئی آر (F.I.R) جاری کرتی بات آگے بڑھتی تو ٹکا کر معاملہ طے پا جاتا۔ ڈنمارک کی حزب مخالف کی سربراہ نے قرآن کریم کے اس اصول کہ "نادانستہ کوئی غلط کام ہو جائے تو فوراً اپنی اصلاح کر لینی چاہئے (14/119) پر عمل کرتے ہوئے

اظہار ندامت کیا کہ "مجھ سے سخت غیر ذمہ دارانہ اور غیر قانونی حرکت ہوئی ہے اس غلطی کی میں خود ذمہ دار ہوں اور مجھے اخلاقاً" اس کی سزا ملنی اور خمیازہ بھگتنا چاہئے۔ اس نے کہا کہ متوقع قومی انتخابات میں ہماری پارٹی ایک اہم موڑ پر کھڑی ہے الیکشن میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا سربراہ کسی بدعنوانی یا خلاف قانون فعل کا مرتکب نہ ہوا ہو لہٰذا میں اس عہدہ سے مستعفی ہوتی ہوں۔

پچھلے سال ملکہ الزبتھ کے دورہ پاکستان و ہند سے واپسی پر برطانیہ کے وزیر خارجہ رابن کک لندن ہیتھ رو ایئرپورٹ ٹرمینل 3 سے سیدھے سکاٹ لینڈ اپنے آبائی گھر جانا چاہتے تھے جہاز کی روانگی ٹرمینل نمبر1 سے تھی۔ کار سے فاصلہ 12/15 منٹ تھا۔ ان کے لئے لندن میں فارن آفس سے سٹاف کار منگوائی گئی جو ایئرپورٹ کی ایک بلڈنگ سے 3 میل دور دوسری بلڈنگ تک ان کو لے گئی۔ اس پر محکماتی خرچہ ڈیڑھ سو پونڈ ہوا۔ دارلعوام میں اس پر خوب لے دے ہوئی صفائی میں جواب دیا گیا کہ ان کے اور ان کے سٹاف کے پاس بہت حساس نوعیت کے سرکاری کاغذات تھے جن کا کسی کرایہ کی ٹیکسی میں لے جانا غیر مناسب تھا۔ اہم اخبارات نے اسے عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق گردانا۔ آخر وزیر خارجہ کو کفایت شعاری نہ برتنے پر اظہار افسوس کرنا پڑا۔ انگلینڈ کے سماجی، سیاسی نظام نے وزیر خارجہ کو قرآن کریم کا یہ سبق یاد دلایا کہ اسراف مت کرو۔ اعتدال سے کام لو (26/17، 67/25) آپ نے تین کافر ملکوں کے کافر سیاسی لیڈروں کے کردار کی جھلکیاں دیکھ لیں۔ دنیا میں تعلیم میں سب سے پیچھے کرپشن میں نمبر2 اور ناموس رسول ﷺ کے پردہ میں قتل و غارت میں پہلی پوزیشن کا اعزاز رکھنے والی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلم سیاسی راہنماؤں کے گھناؤنے کردار کی خبریں گزشتہ پینتالیس سال سے پڑھتے سنتے دیکھتے آرہے ہیں۔ ہر سال مفت خوروں کا ایک لشکر لیکر عوام کی دولت کے بل بوتے پر کئی عمرہ و حج کرنے، غیر ضروری غیر ملکی دورے کرنے والوں میں سے کیا کسی نے آج تک ان تین کافر ملکوں کے کافر سیاستدانوں جیسا کردار پیش کیا ہے؟ جس دن کسی ایک کا بھی ضمیر جاگ اٹھا سمجھئے ملک عزیز کا نصیبہ جاگ اٹھا اور تباہی کے دہانے سے پلٹ آنے کی امید روشن ہو جائے گی۔

اشتہارات کے نرخ یہ ہیں

ٹائٹل کے صفحات	ایک بار	سال بھر کے لئے
پشت پر	=/800 روپے	=/6000 روپے
اندرونی صفحات	=/600 روپے	=/5000 روپے
اندرونی صفحات پورا صفحہ	=/500 روپے	=/4000 روپے
نصف صفحہ	=/300 روپے	=/2000 روپے
چوتھائی صفحہ	=/150 روپے	

مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔ اشتہار شائستہ اور معیاری ہونا چاہئے اجرت اشتہار مسودہ کے ساتھ پیشگی ہونی چاہئے۔

سرکولیشن مینجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر شبیر احمد (فلوریڈا)

کنج قفس میں مجھے آرام بہت ہے

کنج قفس میں لطف ملا جس کو وہ اس پر
چھوٹا بھی گر تو پھر نہ سوئے آشیاں گیا

کیا استادانہ شعر ہے! ہے بھی غالباً "استاد میر تقی میر کا۔ یوں لگتا ہے جیسے انہوں نے کبھی طوطا پالا تھا' پھر اسے پنجرے سے آزاد کر دیا۔ طوطا پنجرے کے ارد گرد کی فضا میں کچھ دیر چکر لگا کر بڑی سعادت مندی سے سر جھکا کر پنجرے کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک نگاہ نیم باز جناب میر کی طرف ڈالی اور دوسری اپنے پیارے پنجرے کی طرف۔ طوطے نے اپنی اوائے دلبرانہ سے میر صاحب سے یہ بیان بھی اگلوالیا۔

میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

اس کے بعد خراماں خراماں' قدم بڑھاتے پنجرے کے اندر داخل ہو گیا۔

صاحبو! وہ طوطا ہمیں کہیں مل جائے تو ہم اپنے ہاتھ سے اسے چوری کھلائیں۔ کتنی ملتی جلتی ہیں ہماری عادتیں اس طوطے کے ساتھ! تین ہزار برس پہلے بائبل میں ISAIAH نبی کی پیشگوئی درج ہوئی۔ "لوگو! میں تمہیں ایک آنے والے کی بشارت دیتا ہوں جو مکہ میں آئے گا۔ مدینہ میں اس کی آرام گاہ ہو گی۔ اس کی آواز زمین کے کناروں تک پہنچے گی۔ ہر چند کہ وہ امی ہو گا' وہ غلامی کی زنجیریں توڑ دے گا اور لوگوں کو ہر طرح کی محکومی (فکری یا جسمانی یا روایات کی غلامی) سے آزاد کر دے گا" صاحبو! دنیا نے دیکھا انسانیت کا وہ نجات دہندہ تشریف لایا۔ اس مقدس ہستی نے تمام زنجیریں توڑ دیں۔ بنی نوع انسان کو ظلمت سے نور کی طرف' اندھیرے سے اجالے کی طرف بلایا۔ انسانیت کا شرف بحال کیا اور گداؤں کو دماغ سکندری عطا کر ڈالا۔

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

دماغ سکندری جب عطا ہوتا ہے تو شکوہ سکندری خود بخود چلا آتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہوا۔ مسلمانوں نے دنیا کے بڑے حصے پر سکندری کی' جہاں بانی چلائی۔ صدیاں گزرنے کے ساتھ ساتھ پھر یوں ہوا کہ وہ تمام اندھیرے جو اس کے ارد گرد سے دور کر دیئے گئے تھے پھر اسے بھانے لگے۔ وہ تمام زنجیریں جو توڑ دی گئی تھیں' اس نے پھر سے پہن لیں۔ گویا طوطا اس پنجرے میں واپس لوٹ آیا۔

آیئے! ان اندھیروں اجالوں' پنجرے اور زنجیروں کا جائزہ لیتے ہیں۔ طوطے کو کچھ دیر سونے دیں۔ شاید وہ آزادی کے خواب دیکھ رہا ہو۔

1- انسانیت کے نجات دہندہ نے فرمایا "فضیلت کا معیار تقویٰ (کردار) ہوتا ہے" لوگوں نے سونے کی زنجیر بنا کر گلے میں ڈال لی۔ کہا برتری تو سونے چاندی سے ہوتی ہے۔

2- ارشاد ہوا "سب انسان آدم کی اولاد ہیں۔" انسان بولا! میں سید ہوں تو غیر سید ہے۔ میں ہندی ہوں تو چینی ہے۔ میں چوہدری ہوں تو کمی ہے۔ میں سندھی ہوں تو پنجابی ہے۔ میں گورا ہوں تو

کلا ہے۔

3- ارشاد ہوا "دیکھو! یہ صراط مستقیم ہے۔ تم اس سیدھی راہ پر چلو۔" لوگ بڑی ہی بھاری آہنی زنجیر اٹھا لائے۔ بولے ہم تو اس راہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو چلتے دیکھا ہے۔ میں تو اسی مسلک پر مروں گا جس پر پیدا ہوا تھا بھلے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو رسم و رواج اور تہوار اسی طرح منائیں گے۔

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

4- ہادی برحق پر جو کلام نازل ہوا اس میں بلوغت کی تعریف ہی "نکاح کی عمر کو پہنچنا" ٹھہری۔ لوگوں نے بچوں کے نکاح صغر سنی ہی میں پڑھا دیئے۔

5- کلام پاک نازل ہوا کہ مرد عورتوں کی کفالت کے ذمہ دار (قوام) ہیں (یہاں شوہر اور بیوی کا ذکر نہ تھا) لوگوں نے سمجھا کہ شوہر بیویوں پر حاکم اور داروغہ ہیں۔ پھر کیا تھا صنف مظلوم پر ظلم و ستم کے کوڑے برسنے لگے۔ مراد یہ تھی کہ معاشرے میں تقسیم کار یوں ٹھہرے گی کہ معاشرے کے مرد گھر سے باہر نکل کر اپنے گھرانوں کے لئے کسب معاش کریں گے اور عورتیں گھروں کو سنبھالیں گی۔ عورت کے پاؤں میں یہ کہہ کر بیڑی پہنا دی گئی کہ شوہر بیوی پر داروغہ ہے۔

6- فرمان نازل ہوا کہ تم حق کی راہ میں سیدھا منہ کئے چلے جاؤ۔ لوگوں نے ایک اور بڑی ہی بھاری زنجیر تیار کی۔ "لوگ کیا کہیں گے! "جہیز کم ہوا تو لوگ کیا کہیں گے۔ چالیسواں شان و شوکت سے نہ ہوا تو لوگ کیا کہیں گے۔ زیور کم پہنا تو لوگ کیا کہیں گے۔ زمین پر بیٹھ کر غریب کے ساتھ کھانا کھا لیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ غیر ذات میں نکاح کر لیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ دھوم دھام سے پارٹی نہ کی تو لوگ کیا کہیں گے!

7- نجات دہندہ نے فرمایا "تم اپنے بے نکاح لوگوں کا نکاح کر دیا کرو۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مطلقہ اور بیوہ کا عقد ثانی معیوب قرار دے دیا۔

8- ارشاد ہوا جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو وہ مال خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کرو۔ بندے نے سو روپے کی ایک زنجیر تیار کی۔ اس کی ڈھائی کڑیاں غریبوں کی طرف اچھال کر مال پاک ہو گیا۔

9- آقائے نامدارؐ نے فرمایا "تم لوگ **"مودۃ فی القربیٰ"** کا خیال رکھو" یعنی کم از کم اس بات کا تو لحاظ رکھو کہ میں تم ہی میں سے ایک تمہارا قرابت دار ہوں۔ (القرآن 23/42) لوگوں نے اسے یہ معنی پہنا دیئے کہ تم میرے رشتے داروں اور قیامت تک آنے والی ذریت (اولاد) سے محبت کرو۔ (اس اولاد میں شریف مکہ، موجودہ شاہ حسین کے والد بھی تھے جنہوں نے عربوں کو ترکوں سے لڑا دیا۔ اسی اولاد میں اسمعیلی فرقے کے سارے امام پرنس کریم آغا خان تک آجاتے ہیں) صاحبو! انسان نے ذات پات، رنگ و نسل، خاندان کی ان زنجیروں کو پھر جوڑ لیا جنہیں حکیم انسانیت نے توڑ ڈالا تھا۔ آپؐ نے صاف فرما دیا تھا کہ تمہاری مجھ سے رشتہ داری خدا کے عذاب کو تم سے ٹال نہیں سکے گی۔

10- محسن انسانیتؐ نے فرمایا کہ محنت کرنے والے ہاتھ اللہ اور اس کے رسول کو بہت پیارے ہیں۔

خون دل و جگر سے ہے سرمایہ حیات

اسلام کے نام لیواؤں نے افسری کے سوا ہر قسم کے پیشوں کو عیب سمجھ لیا۔ یہ زنجیر اس کے گلے کا طوق بن گئی اور محنت کش طبقہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہا۔

11- رحمت للعالمینؐ نے سب سے بڑی آزادی بنی نوع انسان کو یہ عطا فرمائی کہ اسے زندگی کی راہ گزر کا نقشہ فراہم کر دیا۔ کتاب حکیم نے صراط مستقیم کی اور اس کے گرد خطرناک گھاٹیوں کی صاف صاف نشان دہی فرما دی۔ مسلمان کتاب کو رٹتا رہا۔ اس کی تلاوت کرتا رہا۔ نقشے کو دیکھتا رہا۔ سفر کے لئے راہ گزر پر اس نے قدم ہی نہ رکھا۔ "کرنے" کو اس نے "پڑھنا" بنا لیا اور اس کی زندگی کی گاڑی وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی۔ دنیا کے فلسفے اس کا دل لبھانے لگے اور وہ "ازموں" کے گیت گاتا رہا۔

سمندر میں ایک جہاز بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ سامنے تیز روشنی نظر آئی۔ کپتان نے ریڈیو پر پیغام بھیجا۔ "میری راہ سے ہٹ جاؤ۔" جواب آیا "نہیں! تم اپنا راستہ بدل لو۔" پہلا بولا "میں بحری کمانڈر ہوں۔" دوسری جانب سے جواب آیا "میں ایڈمرل ان چیف ہوں۔" پہلے نے کہا "اچھا! تو پھر ٹکر ہو کر رہے گی۔" جواب ملا "وہ ہونے دو میں تو لائٹ ہاؤس ہوں۔" صاحبو! قرآن حکیم ہی وہ لائٹ ہاؤس ہے جو دنیا کو اندھیروں سے نکال سکتا ہے اسے کچھ پرواہ نہیں کہ دنیا کے جہاز کتنے بڑے کمانڈر چلا رہے ہیں۔

قرآن حکیم بنی نوع انسان کو اندھیروں میں روشنی دکھاتا ہے' وہ ہر محکوم کی زنجیریں توڑ ڈالتا ہے' اگر بندہ خود ہی میر تقی میر کے طوطے کی طرح پنجرے میں بند رہنا چاہتا ہے تو شوق سے رہے بس ایک بار آکر ہمارے ہاتھوں سے چوری کھا جائے۔

***

ثواب کی خاطر

بدقسمت انسان!..... اللہ نے تو چاند ستاروں کو اس کے تابع کر دیا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو بڑی حسین' دلنشین اور کبھی پوری نہ ہونے والی خواہشات کے تابع کر لیا اور خواہشات نے اسے خود غرض بنا دیا۔ پھر اس نے کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کی تو ظاہر یہ کیا کہ یہ اللہ کی خوشنودی کی خاطر کی ہے حالانکہ پس پردہ اس میں اس کی اپنی غرض ہوتی ہے۔

"ہم اللہ کے رسول ﷺ کے امتی ہیں لیکن آپ ﷺ پر درود و سلام اس لئے بھیجتے ہیں کہ اگلے جہان اس کا صلہ ملے گا۔ آنحضور ﷺ کے ساتھ ہماری جذباتی وابستگی ایسی ہونی چاہئے کہ صلے اور ثواب کے لالچ کے بغیر آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجیں"۔

ہم نماز اس لئے نہیں پڑھتے کہ نماز اسلام کا ایک اہم رکن ہے اور نماز ہمارا فرض ہے بلکہ ہم نماز جنت' حوروں اور میٹھی شراب کے لئے پڑھتے ہیں۔ اگر آج اللہ یہ اعلان کر دے کہ جنت اور حوروں کا کوئی وجود نہیں تو پھر دیکھئے کتنے لوگ نماز پڑھتے ہیں۔

لوگ قبرستان میں سے گزرتے ہیں تو مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھتے ہیں لیکن وہ دراصل اپنے ثواب کے لئے یہ اہتمام کرتے ہیں۔ واعظ انہیں بتاتے ہیں کہ قبرستان سے گزرتے فاتحہ پڑھا کرو اس سے بہت ثواب ملتا ہے۔ بعض مولوی صاحبان تو ان نیکیوں کی تعداد بھی بتاتے ہیں جو فاتحہ پڑھنے والے کے کھاتے میں لکھی جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقبال ادریس

منگورہ (سوات) میں قرآنی محافل

طلبا میں تقریری مقابلہ بسلسلہ یوم پاکستان

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کے زریں دور سے لیکر آج تک طاغوتی طاقتیں مسلسل برسرپیکار ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو ملت اسلامیہ قرآن کریم کی ابدی صداقتوں سے بیگانہ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے دور ہوتی چلی جائے۔ ان کی انہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وحدت ملت کا سبق بھول کر ملت اسلامیہ آج ہر جگہ فرقوں میں بٹ چکی ہے۔ کہیں حسب نسب کے جھگڑے ہیں تو کہیں فروعی اختلافات کے پرخطر مناظر۔ کہیں کفر کے فتوے ہیں تو کہیں لادینیت اور جدیدیت کے الزامات۔ ایک اللہ، ایک رسول اور ایک کتاب پر ایمان رکھنے والی امت چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ کر رہ گئی ہے۔ اگرچہ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ازل ہی سے ستیزہ کار رہا ہے تاہم مسلمانوں میں گاہے گاہے ایسی ہستیاں بھی پیدا ہوتی آئی ہیں جو اپنے اپنے وقت میں بھٹکے ہوئے آہو کے لئے منارہ نور ثابت ہوئیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ، علامہ اقبالؒ اور علامہ غلام احمد پرویزؒ کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جن کی ساری زندگیاں قوم کے لئے وقف اضطراب رہیں اور وہ قوم کے لئے فلاح کی راہیں متعین کر گئے۔

تحریک طلوع اسلام، علامہ اقبالؒ کے پرتو خیال کا نتیجہ اور علامہ غلام احمد پرویزؒ کے خون جگر کی رہین منت ہے۔ اس کا شروع سے لیکر آج تک یہی مقصد رہا ہے کہ اسلام میں جو غیر اسلامی تصورات شامل ہو گئے ہیں انہیں الگ کر کے پھر سے اس نظام کی تشکیل کے لئے فضا سازگار بنائی جائے جو عہد محمد رسول اللہ والذین معہ میں قائم ہوا تھا۔

تحریک طلوع اسلام اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ معاشرے کی اصلاح میں نوجوان، خصوصاً طلباء اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ چنانچہ نوجوانوں میں ملی شعور ابھارنے اور نظریہ پاکستان ان کے ذہنوں میں جاگزیں کرنے کے لئے بزم طلوع اسلام سوات نے یوم پاکستان کے موقع پر طلبا کے لئے ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کیا جس میں ضلع سوات کے 42 سکولوں کے علاوہ جہاں زیب کالج سیدو شریف، گورنمنٹ ڈگری کالج منگورہ، ایس پی ایس کالج سوات اور رویکان کالج گلی باغ کے طلبا نے بھرپور شرکت کی۔ سکول لیول کا موضوع "خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے" اور کالج لیول کے لئے موضوع "قائداعظمؒ کے تصور کا پاکستان" تھا۔ تقریب کا اہتمام ایک مقامی ہوٹل کی چھت پر کیا گیا تھا جسے قرآنی آیات اور احادیث نبوی کے بینروں، پوسٹروں اور رنگارنگ جھنڈیوں سے شایان شان طور پر سجایا گیا تھا۔ جلسے کی صدارت GHSS نویکلے کے پرنسپل جناب جعفر صادق صاحب نے فرمائی اور سرزمین سوات پر اس خالص قرآنی محفل کو رونق بخشنے والوں میں مہمان خصوصی جناب ایاز حسین انصاری چیئرمین ادارہ طلوع اسلام، جناب عبداللہ ثانی صاحب، وائس چیئرمین ادارہ، احمد حسین قیصرانی صاحب منیجر طلوع اسلام ٹرسٹ کے علاوہ اساتذہ اور شہریوں کی بہت

بڑی تعداد شامل تھی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت ایس پی ایس کالج کے ہونہار طالب علم یوسف اقبال کے حصہ میں آئی اور کلام اقبال پیش کرنے کا سہرا جناب ساجد علی کے سر رہا۔ جناب عبداللہ ثانی صاحب نے تحریک پاکستان کا تعارف پیش کرتے ہوئے ان حالات و مشکلات کی منظر کشی کی جن سے قائداعظم محمد علی جناحؒ، علامہ اقبالؒ، علامہ پرویزؒ اور ان کے ہمنوا نبرد آزما رہے۔ نیشنلسٹ علماء کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ کسی ایسے نظام کا تصور ان کے لئے زہر قاتل تھا جس میں ان کی گروہ بندیاں قائم نہ رہ سکیں لہٰذا انہوں نے قیام پاکستان کی ڈٹ کر مخالفت کی اور پاکستان بن جانے کے بعد اپنی انہی گروہ بندیوں کو بچانے کے لئے پاکستان پہنچ گئے اور آج تک اسی "جہاد عظیم" میں مصروف ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے۔ وہ سمجھتے ہیں اور بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں کسی وقت بھی قرآنی نظام قائم ہو گیا تو یہاں نہ فرقے زندہ رہ سکیں گے نہ فرقوں کے سرخیل دم مار سکیں گے۔ فرقوں کی وضاحت جناب ثانی صاحب نے ایک مٹکے کی مثال دیکر پیش کی کہ مٹکہ اسی وقت تک کارآمد ہے جب تک صحیح سلامت ہے۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو یہ نہ مٹکا کہلا سکے گا نہ مٹکے کا کام دے گا۔

تحریک طلوع اسلام کا مقصد ان ٹکڑوں کو پھر سے جوڑ کر ایک ایسے نظام کا قیام ہے جس سے نبی اکرم ﷺ کے دور کی یاد تازہ ہو جائے۔ اس کے بعد وہ میدان کارزار سجا جس کے لئے طلباء قطار اندر قطار بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ درجنوں طلبا نے مقابلے میں شرکت کی۔ کالج لیول کے لئے منصفین کا پینل پروفیسر علی شاہ صاحب (گورنمنٹ ڈگری کالج مٹہ)، پروفیسر فیاض خٹک صاحب اور پروفیسر بخت رواں صاحب جہانزیب کالج سیدو شریف پر مشتمل تھا۔ اول انعام کے حقدار محترم محمد وسیم بٹ، روبیکان کالج گلی باغ، دوم محترم انوار الحق، جہانزیب کالج اور سوم انعام کے حقدار محترم حکیم اللہ جلالی قرار پائے۔

سکول لیول کے منصفین کے فرائض صاحبزادہ سکندر اعظم (پشاور) جناب حمید اللہ صاحب، ایس پی ایس کالج سوات اور جناب عبدالودود صاحب ایکسیلسیئر کالج سوات نے سرانجام دیئے۔ اول انعام محترم حمید اقبال گورنمنٹ سکول روڈ بگرام، دوم آنسہ تمنا خوشحال پبلک سکول اور سوئم خواجہ طارق زیاد انٹرنیشنل ایجوکیشنل اکیڈمی فیض آباد نے حاصل کیا۔

اپنی دیرینہ روایت کے مطابق طلوع اسلام اپنے آپ کو کھلے بندوں عوام کی عدالت میں پیش کرتا ہے۔ اس عمل کو مجلس استفسارات کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ مجلس انتہائی سنجیدہ، پروقار اور علمی رنگ لئے ہوتی ہے۔ ہرچند کہ اس بات کی بار بار اپیل کی جاتی ہے کہ فروعی نوعیت کے سوالات سے پرہیز کیا جائے لیکن پھر بھی ان غلط فہمیوں کی وجہ سے جو ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت عوام کے ذہنوں میں راسخ کر دی گئی ہیں اکثر ایسے سوالات بھی سامنے آتے ہیں جو بانی تحریک پر لگائے گئے الزامات سے متعلق ہوتے ہیں۔ سوات میں بھی صورتحال کچھ اسی قسم کی رہی لیکن جناب عبداللہ ثانی صاحب کی معیت میں جناب ادریس صاحب نے اس مجلس کو جس خوش اسلوبی سے تمام کیا، سوات جیسے شہر میں اس کی مثال مشکل ہی سے مل سکے گی۔

صدر محفل جناب جعفر صادق صاحب کے خطاب کے بعد پرتکلف چائے پر یہ حسین و جمیل محفل اختتام پذیر ہوئی۔

یہی کچھ ذہن میں تھا جو ریکارڈ ہو گیا۔

روداد محبت کیا کہیے
کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسز راجہ محمد یونس (برمنگھم)

فتنہ گری

ناگ پور (بھارت) سے ایک رسالہ "حق و باطل" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ حکیم مسیح الدین صاحب اس کے مدیر ہیں۔ میں ان کے متعلق زیادہ تو نہیں جانتی مگر لگتا ہے کہ ان کا تعلق فرقہ اہل قرآن سے ہے۔ پچھلے دنوں بھارتی اخبارات میں ان کے دعویٰ نبوت کی بازگشت بھی سنائی تھی۔ حکیم صاحب نے حال ہی میں جو علمی اور تحقیقی معرکے سر کئے ہیں ان میں سرفہرست مندرجہ ذیل انکشافات ہیں۔

1- گائے ذبح کرنے کا حکم خدا نے نہیں دیا۔

2- سود جائز' حلال اور پاک ہے۔

3- لحم الخنزیر کا مطلب سور کا گوشت نہیں۔

4- زاد بہنوں (Cousins) سے نکاح حرام ہے۔

پہلے تین انکشافات کا مقصد تو عنوان ہی سے ظاہر ہے لیکن (Cousins Marriage) کے متعلق ان کا فتوئی ان مسلمانوں پر بجلی بن کر گرا ہو گا جن کے گھروں میں پھوپھی' خالہ' ماموں اور چچا کی بیٹیاں ازدواجی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ خاص طور پر وہ جو صاحب اولاد ہیں۔ حکیم صاحب سے اس مشکل کا حل دریافت کیا گیا تو جواب ملا گھبرانے کی کوئی بات نہیں قرآنی رعایت **الا ما قد سلف** کے مصداق جو ہو گیا سو ہو گیا۔ آئندہ احتیاط کر لی جائے۔ مگر پہلی بات تو یہ کہ **الا ما قد سلف** (جو ہو گیا سو ہو گیا) کی رعایت عمومی نہیں۔ یہ رعایت صرف دو مقامات پر دی گئی ہے۔ پہلی ان سوتیلی ماؤں کے ضمن میں جو پابندی لگنے سے پہلے سوتیلے بیٹوں کے نکاح میں تھیں (4:22) اور دوسری ان لوگوں کے لئے جو نیا قانون آنے سے پہلے دو سگی بہنوں سے نکاح کئے ہوئے تھے (4:23) -- کسی ایسی قانون شکنی پر **الا ما قد سلف** کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے جو قانون آ جانے کے بعد دانستہ یا نادانستہ کی جائے۔ قانون سے عدم واقفیت دنیا کے کسی قانون میں بھی قانون شکنی کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتی۔ لگتا ہے حکیم صاحب ایک قانون کی غلط تاویل کرنے کے بعد باب حیل مرتب فرما رہے ہیں۔

ان جملہ ہائے معترضہ کے بعد اب آیئے اصل موضوع کی طرف۔ یہ درست ہے کہ قرآن کریم نے اصول و اقدار سے واسطہ رکھا ہے۔ جزیات کا تعین اکثر صورتوں میں اس نظام پر چھوڑ دیا ہے جو قرآنی اصول و اقدار کے عملی نفاذ کی ذمہ داری قبول کرتا ہے لیکن یہ عجیب صورتحال ہے کہ عائلی قوانین میں جزیات کا تعین بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ نساء کی آیت 22 تا 24 میں محرمات کی واضح نشاندہی کے بعد کھلی اجازت دی گئی ہے کہ ان عورتوں کو چھوڑ کر باقی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ یہاں نہ زاد کی شرط ہے' نہ مہاجر و انصار کی قید' ان احکام میں نہ کوئی استثناء ہے نہ استثناء کی گنجائش۔ اب رہی سورہ احزاب کی آیت 50 جسے دیکھتے ہی حکیم صاحب نے (Cousin Marriages) کو حرام قرار دے دیا ہے اور نہیں دیکھا کہ یہ آیت ان آیات میں سے ہے جن کا تعلق براہ راست حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔ صاف نظر آتا ہے کہ یہاں حضور نبی اکرم ﷺ کی ان شادیون کی توثیق کی جا رہی ہے جو حضور ﷺ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کر چکے ہیں اور آئندہ کے لئے کچھ

پابندیاں لگائی گئی ہیں اور کچھ مراعات دی گئی ہیں جن کا تعلق صرف اور صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات سے ہے۔ ہر چند کہ یہ حقیقت اس حکم کے خطاب اور لب و لہجے ہی سے عیاں ہے لیکن اس آیت میں **خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ** کے اضافے سے واضح الفاظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو کچھ کہا گیا ہے' وہ اے رسول ﷺ صرف تیرے لئے ہے دوسرے مومنین کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم نے ان کے لئے الگ قوانین دے دیئے ہیں۔ مگر حکیم صاحب کو اصرار ہے کہ اس حکم کا اطلاق سبھی مسلمانوں پر ہو گا اور ماسوائے ان عورتوں کے جنہوں نے حضور کے ساتھ ہجرت کی تھی کسی زاد بہن (Cousins) سے نکاح جائز نہیں۔ چچا زاد بہنوں سے نکاح کی بے شمار مثالیں صحابہ کرام میں بھی ملتی ہیں اور وہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں۔ کیا وہ بھی قرآن کا مطلب نہ سمجھ پائے تھے؟ جواب ملا۔ اور یہ جواب سینے پر پتھر رکھ کر سنئے۔ فرماتے ہیں' اس وقت اضطراری حالت تھی اور اضطراری حالت میں حرام جائز ہے۔ اضطراری حالت میں کھانے پینے کی رعایت کا تو سنا تھا کہ اس میں جان جانے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے لیکن یہ بات حکیم صاحب ہی کو سوجھ سکتی ہے کہ جنسی ہیجان میں جائز عورت نہ ملے تو اضطراری حالت کی آڑ میں بہن کو دبوچ لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ قرآن کا نام لیتے حکیم صاحب کی زبان نہیں سوکھتی لیکن مطلب کی کہتے وقت قرآن ان کے سامنے نہیں ہوتا۔ جنسی جذبات کی تسکین کے لئے اضطرار کا جواز تلاش کرتے وقت کاش قرآن کا یہ حکم' حکیم صاحب کے سامنے ہوتا جس میں واضح الفاظ میں حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کی سہولت میسر نہ آئے تو صبر سے کام لو (24:33) اور جس دور میں حکیم صاحب اضطرار کی راہ تلاش کررہے ہیں یہ تو وہ دور تھا جب تنہا رہ جانے والی عورتوں کی کثرت کے پیش نظر یتیم عورتوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے دو دو تین تین بلکہ چار چار نکاحوں کی اجازت دے دی گئی تھی۔ عورتوں کی قلت اور اضطراری کیفیت کا تو اس وقت سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

حکیم صاحب یا تو اسلام کے قلابے ہندو اور سکھ مت سے ملانا چاہتے ہیں یا بے تکی باتیں چھیڑ کر میڈیا میں اپنا قد بڑھانے کی فکر میں ہیں۔ اپنی مطلب براری کے لئے انہوں نے طب کا سہارا بھی لیا ہے۔ فرماتے ہیں طبی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو زاد بہنوں سے نکاح کی صورت میں صحت مند اولاد کی پیدائش محدود ہو جاتی ہے۔ میری نظر میں کئی دوسرے مفروضوں کی طرح یہ بھی ایک مفروضہ ہے۔ میڈیکل سائنس نے کتنے ہی اصول مرتب کئے جو وقت کی کسوٹی پر پورے نہ اتر سکے۔ دل کے مریضوں کو دیسی گھی کی جگہ تیل استعمال کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ 25 سال بعد پتہ چلا کہ اس سے اموات کی شرح میں دوگنا اضافہ ہو گیا ہے۔ شرح پیدائش کم کرنے کے لئے برتھ پلز کا سہارا لیا گیا۔ 20 سال بعد پتہ چلا کہ اس سے (Cervical Cancer) ہو جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قرآنی اصول و اقدار کے مقابلے میں سائنسی مفروضوں اور انفرادی مشاہدوں کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ سائنسی انکشافات وقتی نوعیت کے ہوتے ہیں جبکہ قرآن رہتی دنیا کے لئے پیغام ہدایت ہے۔

قرآن میں دیئے گئے عائلی قوانین اور (Family Discpline) کی افادیت پر بحث کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھتے ہوئے میں علماء حضرات سے اپیل کروں گی کہ وہ حکیم مسیح الدین قسم کے نام نہاد مبلغین اسلام کی من مانی تاویلیوں کا نوٹس لیکر ان نیم خواندہ اور کمزور دل مسلمانوں کی طمانیت قلب کا سامان فراہم کریں جو حکیم صاحب کے شر انگیز فتوے پڑھ کر فکری انتشار کا شکار ہو رہے ہیں اسی طرح عوام کو بھی چاہئے کہ وہ اس قسم کے فتنہ گروں کے لٹریچر کا بائیکاٹ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ رحمت اللہ طارق

ریاستہائے یمن پر سلیمانؑ کی لشکر کشی

تاریخی واقعات میں پہلے تو ہم آہنگی نہیں ہوتی اور جہاں ہوتی ہے تو بہت سی جزئیات رہ بھی جاتی ہیں جس سے تسلسل بھی ٹوٹ جاتا ہے اور بسا اوقات واقعات مخدوش بھی ہو جاتے ہیں تاہم یہ بھی مسلمہ اصول ہے کہ اگر کسی سے متعلق کوئی بات کہیں رہ بھی جاتی ہے تو عدم ذکر سے دوسرے مقام پر ایسی بات کی نفی نہیں ہو جاتی۔ خاص کر انبیائے سابقہ کے واقعات میں بکثرت ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے کیونکہ یہ واقعات ہر نبی کے عہد میں مرتب نہیں ہوئے' بعد میں آنے والے لوگوں نے "سماعیات" کے سہارے ترتیب دیئے اور ساتھ ہی ترتیب دینے والوں نے اپنے ذوق کی تسکین کی آبیاری بھی کر ڈالی --- عہد قدیم میں ایسے واقعات کو بائیبل کے "دفتین" میں محفوظ کر لیا گیا تھا اور عہد اسلامی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال پر مشتمل واقعات کو احادیث اور روایات کی صورت میں سامنے لایا گیا۔-- اس طرح بائیبل کے واقعات ہوں یا عہد نبویؐ کے حالات دونوں کی حیثیت مذہبی تاریخ کی سی ہے اور ادھر یہ بھی مسلمہ بات ہے کہ تاریخ میں سچ اور جھوٹ کا امکان ہر دور میں تسلیم کر لیا گیا ہے البتہ حسن ظن کو عنصر فعال کی حیثیت دیدی گئی ہے کہ بالکل نفی کے مقابل اثبات کو ترجیح ہونی چاہیے --- عرض مدعا یہ ہے کہ میں نے چالیس سال پہلے "وادی نمل کی ہشیار ملکہ" کے عنوان سے ایک مضمون قلمبند کیا تھا جسے اہل علم نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا تھا لیکن اس بھری دنیا میں ایسے بھی قاصر الفہم اجنبہ پرست تھے جنہوں نے تنقید کے قشون قاہرہ سے سینہ عقل و فراست کو چھلنی کر دیا۔ چنانچہ بامر مجبوری ان کی تنقیدات کا علمی اور واقعاتی جائزہ لے کر جواب الجواب داخل کر دیا گیا۔ پھر ایسا ہوا کہ پورے 39 سال تک فضا پر سکوت طاری رہا لیکن پھر ایسا ہوا کہ میرا وہی پرانا مضمون کسی ضرورت کے ماتحت طلوع اسلام میں شائع ہو گیا اور ایک صاحب علم جو کہ نہ تو فہم رسا سے محروم تھے اور نہ ہی اجنبہ پرست' میدان وفا میں اترے اور تابڑتوڑ کئی وار کر ڈالے۔ میں نے اپنی بساط کی حد تک کچھ وضاحتیں شامل کر دیں' مگر ان کا اصرار تھا کہ کسی بھی اسم علم پر تنوین نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں **قَالَتْ نَمْلَةٌ** پر **تنوین** (ٌ) ہے--- یہ لکھ کر پہلے تو راقم سے کوئی مثال طلب کر لی گئی۔ لیکن پھر پیشگی فیصلہ سنا دیا کہ اگر کوئی مثال مل بھی جائے تب بھی **نَمْلَةٌ** کے معنی چیونٹی ہی ہوں گے۔ اس پر مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ رہی کہ اب مغز ماری کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے خاموشی کو بہتر وطیرہ بنایا۔ تاہم ایک نادیدہ اہل علم صاحب قلم' ابو عصمت محمد سلیم صاحب سے رہا نہیں گیا اور انہوں نے ایک علمی دھاندلی کا پردہ چاک کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کر لی **جزاہ اللہ خیرالجزاء** --- پھر اس کے کچھ عرصہ بعد ایک مجلے کے ایڈیٹر نے میری

خامکاری کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنی طرف سے فیصلہ کن انداز میں لکھدیا کہ:
"تاریخی اعتبار سے حضرت سلیمانؑ کا تعلق یمن کی وادی نمل اور سبا سے جوڑ کر دکھایا جائے اور کہ --- تاریخی حوالہ سے حضرت کی یمن میں فوج کشی ثابت نہیں کر سکتے جو کہ یقیناً نہیں کر سکتے تو ان کی پورے وثوق سے لکھی ہوئی مدلل اور مبسوط تحلیل کا مصرف و مقام خاک بھی نہیں ہے۔"
یہ تحدّی واضح کرتی ہے تنقید نگار اپنے فیصلہ کو حرف آخر قرار دے چکے ہیں۔ لیکن میری کسی بھی تحریر میں نہ تحدّی ہے نہ تعلّی۔ پھر کیا ہوا کہ تنقید نگار انتہائی اقدام پر مجبور ہو گئے اور میری تحریر کا مصرف خاک کی بجائے کچھ ٹھہرایا۔ حالانکہ میں نے جو کچھ عرض کیا تھا اس کا ماخذ ذیل کے مفسرین حضرات کی تحقیق و ریسرچ تھی۔ چنانچہ امام خازن (1340م) اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں۔

> "حضرت کعب احبار جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر تھے آپ ﷺ سے 23 سال پہلے پیدا اور 20 سال آپ کے وصال کے بعد (652م) میں فوت ہوئے تھے۔ اشارہ دیتے ہیں کہ --- حضرت سلیمانؑ یمن کو فتح کرنے کے ارادے سے پہلے اصطخر (پٹرا) سے ہوتے ہوئے مدینتہ النبیؐ پہنچے --- پھر مکۃ المکرمہ سے گزرے --- اس کے بعد وادی سدیر (جو طائف سے آگے یمن سے متصل ہے) سے گزر کر وادی نمل میں پہنچے۔"

حضرت کعب کی اس گواہی پر تفسیر سراج المنیر کے مصنف امام خطیب شربینی (1590م) امام بقاعی (1480م) کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ --- ان کے نزدیک یہ وادی 885 ہجری یعنی 15 ویں صدی مسیحی کے اختتام تک اسی نام سے مشہور تھی اور میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ یہی وادی آج بھی اسی نام سے موجود اور مشہور ہے۔
اسی طرح بقاعی، شربینی اور خازن کے استقراء بموجب وادی نمل۔ سدیر اور مارب کے مابین آج بھی موجود ہے بلکہ راقم نے قدیم و جدید جغرافیہ نویسوں کے تعاون سے اس وادی کا طول بلد اور عرض بلد بھی لکھ دیا تھا تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے اور ساتھ ہی جنوب جزیرۃ العرب کے بڑے مورخ الہمدانی (945م) کے حوالوں سے اقوام نمل کی بستیوں، قصبوں اور دیگر مقامات سکونت کے نام تک لکھدیئے تھے لیکن تنقید نگار نے محض اس بنا پر کہ بائیبل میں سلیمانؑ کے سفر یمن کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا میرے ماخذ کو مسترد فرما دیا اور ساتھ ہی یہ مطالبہ مستزاد --- کہ میں ثبوت فراہم کروں جو کہ ناممکن ہے وغیرہ اس ضمن میں، میں نے ابتداء میں عرض کر دیا ہے کہ تاریخی واقعات میں ہم آہنگی کا ہونا اتفاقی امر تو ہو سکتا ہے، یقینی اور حتمی نہیں۔ تاہم اگر چالیس سال پہلے اس نوعیت کا کوئی سوال اٹھتا تو شاید نفی یا اثبات میں کچھ عرض کر دیتا مگر اب کہ نہ جوانی ہے نہ اعصاب اور جسم میں سکت اور بصارت ہے تو وہ بھی ضعف کی زد میں۔ ایسے میں کسی محترم کی تسلی کا سامان نہیں کر سکتا۔ خاص کر میں سلیمانؑ کا ہم عصر ہوں نہ میری آنکھ کے کیمرے نے آپؑ کی حرکات و سکنات کو کیچ کیا ہے اور نہ ہی موصوف کا جنگی وقائع نگار ہوں --- میں نے مفسروں کی وضاحتوں کو سامنے رکھ کر سلیمانؑ کو یمن کی سرحد تک پہنچا دیا ہے میرے نزدیک بائیبل کی تاریخ بعد از وقت کی تحریر ہے۔ اسی طرح مسلم روایات بھی بعد از پیغمبرؑ کے واقعات کا مجموعہ۔ اس طرح دونوں

میں سچ بھی ہو سکتا ہے اور داستان سرائی و غلط بیانی بھی۔ لہٰذا تنقید نگار کو تلملاہٹ دکھلانے اور پیچ و تاب کھانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، واقعات کی ایک کڑی اگر بائیبل میں رہ گئی ہے تو مسلم روایات نے اسے محفوظ کر لیا ہے۔ یوں بھی قرآن محکم نے بہت سے تاریخی مقامات کے صرف نام ذکر کئے ہیں۔ محل وقوع کی نشاندہی نہیں کی کہ عرب جو کہ قرآن کی اولین مخاطب تھے ان مقامات کو جانتے تھے۔ تاہم بعد کے ادوار میں ان مقامات کی نشاندہی ناگزیر تھی کہ اب مرور زمانہ کے باعث یہ مقامات ذہنوں سے محو ہو رہے تھے مثلاً "تہذیب بابل کے شاہکار معلق باغات نینوئی کہ کس شہر میں تھے۔ اہرام جیزہ کے بانی کون تھے۔ ارم ذات العماد نے کس مقام پر چٹانیں کھود کر گھر بنائے تھے۔ شداد کی ستونوں والی جنت کہاں تھی؟ موسیٰ نے بحر احمر کو کس مقام پر پایاب پایا تھا؟ وادی طور، سینا کے کس مقام پر ہے؟ بدر و حنین خیبر اور تبوک کا محل و وقوع کہاں ہے۔ وادی نمل، کہاں تھی، اصحاب کہف کا ملجا و ماوی کا غار کہاں تھا؟ اصحاب الرس کہاں رہتے تھے، اصحاب الاخدود والوں نے کہاں ظلم، و بربریت کے الاؤ روشن کئے۔

"مؤتفکات" جہاں پر آتش فشانی ہوئی عراق کے کس مقام پر بستے تھے، "اصحاب الایکہ" پیڑا اور سدوم کے مابین کہاں واقع تھا؟ معرکہ یرموک اور کارزار تبوک کب اور کیسے تاریخ کا حصہ بنے۔ مقاتلہ جمل اور حرب صفین دجلہ اور فرات کے کون سے مقامات پر واقع ہوئے۔ دیبل، منصورہ، منصورہ اور بھکر سندھ کی وادی میں کہاں کہاں واقع تھے۔ ذوالکفل کون تھا، ذوالقرنین کہاں کے فرماں روا تھے۔۔؟ غرضے کہ یہ سب مقامات اور اشخاص قابل تشخص و تشریح تھے چنانچہ قدیم خواہ جدید جغرافیہ نویسوں نے ٹوہ لگا کر ان مقامات کی ناقابل تحلیل وضاحت کی "خود ہمارے دور میں علامہ عبداللہ العمادی، سید سلیمان ندوی اور انجمن ترقی اردو کراچی نے "تاریخ عرب قدیم"، "ارض القرآن" اور "جغرافیہ قرآن" لکھ کر کوئی ابہام رہنے نہیں دیا۔۔۔ ڈاکٹر جواد علی نے عرب قدیم کی تاریخ دس جلدوں میں مرتب کر کے اپنی تحقیق و ریسرچ کو معراج کمال تک پہنچایا۔ اسی طرح درجنوں عرب مورخین نے تفتیش و استقراء کے جوہر دکھلا کر لازوال شاہکار چھوڑے۔ اب اتنے سارے مقامات و اسماء کا تعین و تشخیص اگر قابل اعتراض نہیں ہو سکے تو وادی نمل کے محل وقوع پر کیا اعتراض ہے۔۔۔ چیونٹیاں تو ہر جگہ ہوتی ہیں بلکہ افریقہ کے جنگلات میں خوفناک چیونٹیاں پائی جاتی ہیں جو کسی بھی جاندار چیز پر حملہ آور ہو کر منٹوں، سیکنڈوں میں زندگی سے محروم کر ڈالتی ہیں۔ بایں ہمہ قرآن نے نہ تو ان کا ذکر کیا نہ ان کے بلوں اور سوراخوں کی نشاندہی کر کے وادی نمل یا چیونٹیوں کے جنگلات کا نام دیا۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وادی منفرد تھی جس میں صلح جو انسان بستے اور زیرک و دانا لوگوں کا مسکن تھا۔

میرے استدلال کا ماخذ

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میرا ماخذ نہ صرف کعب احبار کی گواہی اور مفسرین کرام کی تصریحات ہیں قرآن محکم کی ذیل کی آیات میں بھی ارشاد ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ

سلیمان کے لئے مختلف ٹولیوں میں مختلف اقوام کا لشکر تیار کیا گیا تھا جسے لے کر آپؑ وادی نمل میں جا پہنچے۔ (نمل: 18)

اسی طرح آپ نے وادی نمل ہی سے ملکہ یمن، بلقیس کو ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ **فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ**

ہم انہیں مزا چکھانے کے لئے ایک ایسی فوج سے لشکر کشی کریں گے جو اس سے پہلے چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہو گی (37) اور ان ہر دو آیات کا ایک ایک لفظ بول رہا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے باقاعدہ لشکر کشی کی تھی وہاں کی سرحدوں کو شکروناں۔۔ کی تقریب منانے کے لئے پائمال نہیں کیا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا سلیمان غنیم کی صورت ہی میں دوسرے ملکوں میں جا پہنچے تھے اور پھر فرزند زمین نے بھی یہ سمجھ کر ہی کہ سلیمان کی فوج کشی برائے فتح ہے گھروں میں بند ہونے کی پالیسی پر عمل کیا کہ ان دنوں جان کی امان پانے کا یہی معروف طریقہ چلا آرہا تھا۔ چنانچہ وادی نمل کی رئیسہ کی حکمت عملی پر متبسم ہوئے اور فتح کی راہ میں جو خون خرابہ ہونا تھا اس سے رک گئے بلکہ بلا جنگ و جدل کامیابی پر اللہ کے لئے سجدہ شکر بجا لائے (نمل 19)

اب اس سے اگلے مرحلے کی لشکر کشی کا نمبر آتا ہے کیونکہ وادی نمل۔۔ یمن کے ہمسائے میں تھی، اور سلیمانی جاسوسوں نے پہلے ہی سے معلوم کر لیا تھا وہاں بھی ایک عورت ہی حکمرانی کرتی ہے چنانچہ لگے ہاتھوں آپ نے اسے بھی فتح کرنے کا عزم کر لیا اور چڑھائی سے پہلے تہدید آمیز خط لکھا کہ **اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَ اْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ** میرے سامنے دفاعی لشکر لانے کی کوشش نہ کریں اور سیدھے طریقے سے اطاعت و زیردستی کا اعلان کر دیں (نمل، 31) چنانچہ ملکہ معاملہ کی نزاکت کو بھانپ گئی اور مجلس مشاورت بلوا کر معاملہ کی سنگینی کا احساس دلایا کہ اب یہ معاملہ تم سب کے سامنے ہے میں قطعی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ جو بات تمہاری ہو گی وہی فیصلہ کن ہو گی۔ اسپر سب نے کہا کہ "ہم طاقت ور اور جنگ جو ہیں مقابلہ کریں گے۔" تب ملکہ پھر گویا ہوئی کہ سوچ لو غنیم تمہارے در پر دستک دے رہا ہے اور **اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا**........

> اور تم جانتے ہو غنیم جب چڑھ دوڑتا ہے تو ملک بڑی تباہی سے دوچار ہو جاتا ہے عزت فاتحین کا اور ذلت مفتوحین کا مقدر بن جاتی ہے اور یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ (34)

چنانچہ طے ہوا کہ زیردستی قبول کرنے سے پہلے تحفہ تحائف بھیج کر دیکھا جائے کیا صورت حال نمودار ہوتی ہے۔ (35) اب ہوا یہ کہ تحائف جب دربار سلیمانی میں نذر ہوئے تو جناب سلیمانؑ پر منفی اثر ہوا۔ آپ نے فرمایا تو گویا ان لوگوں نے تحائف دے کر مجھے لالچ دیا ہے حالانکہ میرے پاس جو ساز و سامان ہے وہ ان کے تحائف سے زیادہ قیمتی ہے اور یہ کہہ کر آپ نے قاصدوں کے سردار سے کہا **اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ○**

> تم چلے جاؤ اب ملکہ کو خبر کر دو کہ (I) ہم ایسا لشکر جرار لے کر وہاں چڑھائی کریں گے جو چشم فلک نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو گا اور تمہیں ذلت اور غلامی سے دوچار کر دے گا یا (II) اپنا پایہ تخت یعنی حکمرانی کا حق مجھے تفویض کر دو (38)

ان آیات میں سلیمانؑ کی لشکر کشی سورج کی طرح روشن ہے مگر بائیبل کے یہ پرستار ان پر اعتماد نہیں کرتے۔ جو کچھ بھی ہو خلیج عربی کی دونوں مملکات نے نہایت فرزانگی دانشمندی اور ہشیاری سے اپنی ریاستوں پر سے تباہی کے بادل ٹالے اور رہتی دنیا تک ایک روشن مثال قائم کر گئیں اور ان کے واقعات کا یہی وہ روشن پہلو تھا جسے قرآن پاک نے نظر میں رکھا اور ذکر فرما دیا۔۔ اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔۔ پھر یہ بات سامنے آتی ہے کہ ملکہ سبا کو سلیمانی پاینگاہ دکھلایا جاتا ہے اور اب یہ تمام تر سلسلہ خیر سگالی اور اچھے ہمسایوں کے روپ میں تبدیل ہو جاتا ہے اب سیدنا سلیمان ملکہ کے خیر سگالی کے دورے کے لئے میزبانی کے فرائض خود ہی سرانجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اپنے جڑاؤ تخت و تاج آئینہ پوش محلات و مقصور اور عجیب و غریب آبشاریں دکھلاتے اور پھر خیر و خوبی سے انہیں رخصت فرماتے دکھائی دیتے ہیں اور یہ واقعات چونکہ نئے سرے سے ذکر ہوتے ہیں لہٰذا مزید تفصیل کی ضرورت ہے نہ گنجائش۔۔۔ خاص کر اب پہلے سے زیادہ مجاز اور استعارے سے کام لیا گیا ہے' جو تنقید نگار کے لئے مزید تشویش کا باعث بن سکیں گے۔

یہ یاد رہے کہ جس طرح آج بعض خلیجی ریاستوں کو عرب امارات کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے یعنی' ابو ذہبی' شارجہ' ام القوین' دبئی وغیرہ سات ریاستوں کو عرب امارات کا نام دیا گیا ہے اسی طرح کسی زمانے میں' سیریا' لبنان' فلسطین کو بھی شام ہی کہا جاتا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اسی طرح کسی زمانے میں باب المندب عدن سے لے کر بحرین اور طائف سے لے کر حدود مسقط تک یمن ہی کہا جاتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے حجم کے راجواڑے ہوتے تھے۔ (مثلاً" سلطنت لحج' امارات مکلا اور مقاطعہ حضرموت) انہیں فتح کرنا اور ڈرانا دھمکانا کسی بڑے طاقت ور بادشاہ کے شایان شان نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا سلیمان نے ہر موقع پر افواج کے استعمال نہ ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ آپ کے ہاتھ کسی کے ناحق خون میں نہیں رنگے۔

خلاصہ مبحث یہ کہ سلیمان کے ریاستہائے یمن تک پہنچنے کے لئے میرا استدلال' کعب احبار اور دیگر مفسرین کی مشاہداتی گواہی سے ہے اور ناقد محترم کا ماخذ بائیبل پر ہے جب کہ تاریخی واقعات اپنے وقت پر مدون نہیں ہوئے ان میں بعض جزیات کا رہ جانا یقینی امر ہے۔ تاہم قرآن کی اپنی گواہی یہ ہے کہ سلیمان نے ریاستہائے یمن جو کبھی متحد تھیں اور کبھی منقسم کا سفر ضرور کیا ہے میں نے 35 سال پہلے ایک مضمون "خلیج عقبہ کا تاریخی کردار" کے عنوان سے لکھا تھا اس میں تجارتی اور لشکر کشی کے راستوں کی واضح نشاندہی کر دی تھیں جس میں مدینتہ النبی تک موسیٰؑ اور آگے کی طرف سلیمانؑ کا سفر دکھلایا تھا۔

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد سلیم ساقی

قادیانیوں کی منطق اور طرز استدلال

قادیانیت کی بنیاد غلط مفروضوں' غلط تمثیلات اور لایعنی اصطلاحات پر رکھی گئی ہے۔ یہ کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ مداری کا "چرل" ہے۔ اس کے بانی مرزا قادیانی نے 201 متضاد دعوے کئے۔ انسانیت اور معقولیت کا مذاق اڑاتے ہوئے اس نے نئی منطق اور طرز استدلال کو بے بصیرت اور سادہ لوح عوام میں روشناس کرایا جو اس کی جعلسازی پر آنکھیں بند کر کے اٰمنّا و صدقنا کہہ دیتے تھے۔ حکیم نور الدین (خلیفہ اول) اور قاضی ظہور الدین اکمل جیسے لوگ مرزا قادیانی کو ملمع کاری کے گر بتاتے اور اس کے جھوٹ و تناقض کی موقع کے مطابق تاویلیں گھڑتے تھے۔ نبوت جیسے اہم عہدے کو مداری کا کھیل بنانے میں عار نہیں سمجھتے تھے۔ ذیل میں ہم مرزا قادیانی اور اس کے چیلوں کی منطق پیش کرتے ہیں کہ کس طرح یہ ایک چیز کی صفات کو از خود بدل کر اسے نئے سانچے میں ڈھالنے کی کیمیا گری کرتے ہیں اور عقل و فکر انسانی کے قائم کردہ تمام اصول و قواعد اور اصطلاحات کو دولتی مار کر اس کا تعین از خود کرتے ہیں۔

قادیانیوں کی اصطلاحات

قادیانیوں کی اصطلاحات تمام بشری و خدائی اصطلاحات سے ماورا ہیں مثلاً "احادیث نبوی ﷺ کو "ردی کا ڈھیر" کہنے والے (مرزا) کو "محدث" نصوص قرآنی کے منکر کو "مجدد" بیسیوں بیماریوں کے شکار کو "مسیح ابن مریم" انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دینے والے کو "مسیح موعود"، دجال کا کردار ادا کرنے والے کو "مہدی" جعلساز' کاذب اور مخبوط الحواس شخص کو "نبی اللہ" باعث ننگ دین اسلام کو "عین محمد ﷺ" اور اس کی شیطانی خرافات کو "الہام" کہتے ہیں۔ نبی کے بارے میں ان کی اصطلاح اپنی ہے۔ اس بارے میں قادیانی ٹولہ کا اعتراف ملاحظہ کیجئے۔

"پس گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) عام مسلمانوں کی اصطلاح کے مطابق نبی نہ کہلائے' لیکن خدا تعالیٰ کی اصطلاح' تمام انبیاء کی اصطلاح اور خود اپنی اصطلاح کے مطابق آپ یقیناً" نبی ہیں۔"

(اخبار "الفضل" قادیاں جلد 23 صفحہ 30 مورخہ 26 جون 1936ء)

مزید برآں ان کے گرو کے نزدیک اللہ تعالیٰ وہ ذات نہیں ہے جس کو بنی آدم آج تک سمجھتے آئے ہیں یا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خود اپنا تعارف کرایا ہے بلکہ وہ کچھ اور ہی ہے یعنی ان کے نزدیک اور ان کے ہادی مرزا قادیانی کے نزدیک خدا مرد بھی ہے' عورت بھی ہے۔ خاوند بھی ہے بیوی بھی ہے۔ خالق بھی ہے مخلوق بھی ہے۔ باپ بھی ہے۔ بیٹا بھی ہے۔ وہ گناہ بھی کرتا ہے بھلائی بھی کرتا ہے۔ بھول بھی جاتا ہے بیان بھی بدل لیتا ہے۔ اچھے نبی بھی بھیجتا ہے برے نبی بھی (بقول مرزا حضرت عیسیٰ متکبر' خودبین' کنجریوں کی اولاد' نہ زاہد' نہ عابد' فاسق اور فاجر تھے) وفات یافتہ نبی رسول کو دوبارہ دنیا میں کسی اور کی شکل میں پیدا کر کے بھی

بھیج دیتا ہے۔ (مرزا کہتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ دوبارہ دنیا میں اس کی (مرزا) شکل اور نام پر تشریف لائے)۔ زبان وحی اور الہامات کی سنت کو بدل کر نبی کو اس زبان میں وحی اور الہامات بھی کر دیتا ہے جو اس (نبی) کی زبان نہیں ہوتی۔ مرزا قادیانی کی اپنی زبان تو پنجابی اور اردو تھی مگر اس کے بقول اسے الہام انگریزی اور سنسکرت میں بھی ہوتا تھا۔ پھر قرآن مجید جس کی زبان خالص عربی ہے اس کو بھی اپنے اوپر نازل شدہ آسمانی کتاب کہتے ہیں پھر خدا تعالیٰ اپنے ہی بھیجے ہوئے انبیاء کی توہین و تضحیک کے لئے اپنے ہی نبی (مرزا) کو بھیج دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ استغفر اللہ!! استغفر اللہ!! استغفر اللہ!!

اسی طرح ان کے نزدیک نبی' مجدد' محدث' مسیح وہ بھی ہو سکتا ہے جو مخبوط الحواس' جاہل' منافق' کاذب' نصرانیت کا پروردہ' قصے گو' پلید' اور اسلام دشمن ہو۔ پھر نبی پیدائشی نہیں بلکہ محنت اور ارتقائی منازل طے کر کے' جیسے پہلے محدث پھر مجدد' پھر مہدی' پھر مسیح اور آخر کار نبی بن جاتا ہے۔

جب ان کی مذہبی' تاریخی اور تکوینی اصطلاحات ہی انسانی و خدائی اصطلاحات سے علیحدہ ہو گئیں تو آگے بحث بھی بے معنی ہو گئی لیکن قارئین کی واقفیت کے لئے کچھ بتانا ہی پڑے گا۔ اب انکی منطق کی نمایاں خصوصیات اور رنگ پیش کئے جاتے ہیں۔

1- "چونکہ ہے (جھوٹ کو جھوٹ سے اخذ کرنا)

جس طرح یہ لغوی اور تسلیم شدہ اصطلاحات کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی تشریح از خود کرتے ہیں اسی طرح یہ مصدقہ انسانی مشاہدات' تجربات اور نتائج سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی علیحدہ فلاسفی ایجاد کرتے ہیں۔ ان کا سارا فلسفہ ڈھکوسلوں اور "چونکہ" "چنانچہ" پر مشتمل ہے۔ ان کا طرز استدلال کچھ یوں بنتا ہے۔

1- "چونکہ کوے کا رنگ سیاہ نہیں' سفید ہوتا ہے لہٰذا اگر اس کو بگلا مان لیا جائے تو غلط نہ ہو گا۔"

2- "چونکہ لکڑی لوہے سے زیادہ سخت ہوتی ہے لہٰذا اگر اس کی تلوار بنالی جائے تو پتھر کو بھی کاٹ کر رکھ دے گی۔"

اس طرح کے "ٹھوس" دلائل پر قادیانیت کی بنیاد استوار ہے۔ جب "چونکہ" ہی غلط ہوا تو "لہٰذا" کیسے درست ہو گا

مرزا قادیانی نے محدث' مجدد' مسیح موعود' خدا' خدا کی بیوی' خدا کا باپ' خدا کا بیٹا' رودرگوپال' جے سنگھ بہادر' کرشن' فرشتہ' نبی' رسول' مظہر الانبیاء' حجر اسود' کعبتہ اللہ اور "عین محمد ﷺ" ہونے کے دعوے کئے ہیں۔ ویسے تو اس نے 201 دعوے کئے ہیں جن کی تفصیل یہاں نامناسب ہو گی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ یہ ہر چیز ہونے کا دعویدار تھا۔ مطلب یہ کہ یہ ان کے نزدیک سب مناصب ایک ہی شے ہوئے (استغفر اللہ) اس کو "چونکہ" والی شکل میں بیان کریں تو یوں بنتا ہے۔

1- "چونکہ یہ سب عہدے اور مراتب ایک ہی چیز کے نام اور مقام ہیں لہٰذا اگر مرزا قادیانی نے یہ سب کچھ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے تو غلط نہ ہو گا بلکہ عین حقیقت ہے۔"

مرزا قادیانی بیس سال تک تو مسیح موعود (عیسیٰؑ) ہونے کا پرچار کرتا رہا مگر 1901ء میں یک دم نبی / رسول بن بیٹھا۔ اس کی توجیہہ قادیانی اس طرح کرتے ہیں:

☆ "ظاہر ہے جو شخص مسیح موعود ہونے کا مدعی ہو اس کا نبی ہونا ضروری ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کہیں یہ کہہ دیتے کہ میں نبی نہیں ہوں تو ان کا دعویٰ مسیحیت اس طرح

باآسانی رد کیا جا سکتا تھا کہ ہم کسی ایسے مسیح کے منتظر نہیں کیے گئے جو نبی نہ ہو۔ اس لئے اصل بحث طلب دعویٰ حضرت کا دعویٰ مسیحیت ہے۔ اگر ان کا یہ دعویٰ غلط قرار پا جائے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔"

(تصدیق احمدیت ص 49)

2- "چونکہ مسیح موعود (عیسیٰؑ) بطور نبی کے دوبارہ دنیا میں آئیں گے لہٰذا اس مسیح (مرزا) کو اگر سچا ثابت ہونے کے لئے نبی بنا پڑ گیا تو کونسی قباحت ہے۔"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہے" کے مصداق اس خود ساختہ مسیح کو نبی بننا پڑ گیا۔ جب نبی / رسول بن گیا تو اس کو کتاب اللہ اور اپنی نئی شریعت کی ضرورت تھی (سچا ثابت ہونے کے لئے) جو اسے نہ ملی اور نہ وضع ہو سکی تو پھر کیا تھا قرآن مجید پر قبضہ جما لیا کہ یہ اس (مرزا) پر اترا ہے اور شریعت محمدی ﷺ کو ہی اپنی شریعت قرار دیا۔ اس کے لئے بھی ضروری تھا۔ کہ "عین محمد ﷺ" بنتا" سو یہ بن بیٹھا۔ لیکن "عین محمد ﷺ" بننے سے بھی بات نہ بنتی تھی کہ حضور ﷺ تو پہلے سے ہی موجود تھے اور ان کو ماننے والے بھی موجود تھے تو پھر ان سے افضل بننا پڑ گیا۔ یہ "نظریہ ضرورت" ہی ساری خرابی کا باعث بنا۔ ان کا "چونکہ" ختم ہونے کو نہیں آتا۔ ایک جھوٹ سے لازماً" دوسرا جھوٹ وجود میں آتا ہے۔ یہی ان کا فلسفہ ہے کہ جھوٹ سے جھوٹ کو ملاتے چلو۔ حقیقت کی ایسی تیسی!

3- مرزا قادیانی کا اصل نام "غلام احمد" تھا اور یہ کہتا ہے کہ یہ اس کا خدائی نام ہے تو پھر احمد ﷺ کا غلام کس ترکیب اور توجیہہ کی بنا پر "احمد ﷺ" بن بیٹھا اور پھر ان (حضور ﷺ) سے افضل بھی ہو گیا۔ اس کا جملہ یوں بنتا ہے:

4- "چونکہ غلام اور آقا کا مقام ایک ہی ہوتا ہے بلکہ غلام آقا سے بلند مقام پر ہوتا ہے لہٰذا اگر "غلام احمد" کا مطلب احمد ﷺ اور احمد ﷺ سے بڑھ کر لے لیا جائے تو عین حقیقت ہو گی"

(جاری ہے)

***

صورت احوال!

ہمارے حکمران اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ نہ صرف خود راہ راست پر جا رہے ہیں بلکہ پوری قوم کو راہ راستے پر لے جا رہے ہیں جبکہ ملک میں یہ صورت حال پیدا ہو چکی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو مسجد میں جانے سے روکتے ہیں' ہم خود بھی مسجدوں میں جانے سے گھبراتے ہیں اور کسی کے جنازے میں شرکت سے ڈرتے ہیں۔

کتنی ہی حکومتیں آئیں اور چلتی بنیں' کسی نے اتنے بھیانک مسئلے کی طرف توجہ نہ دی۔ مارشل لاء کی کالی گھٹائیں چمکتی اور گرجتی آئیں اور بن برسے گزر گئیں۔ فرقہ بندی اور فرقہ وارانہ عداوت بڑھتی گئی' کسی نے اسے قابل توجہ نہ سمجھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ فرقہ واریت دہشت گردی کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بریگیڈیئر (ر) حامد سعید اختر

کچھ بھی تو نہیں بدلا

ایک یورپی ملک کے وزیراعظم نے اپنی مادر علمی دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حسب خواہش کالج کے دورے کا پروگرام طے ہو گیا۔ کالج میں آمد پر طلباء و طالبات نے وزیراعظم پر گل پاشی کی تو مہمان خصوصی جھوم اٹھے۔ "وہی عظیم اور تابندہ روایات" انہوں نے کہا "کچھ بھی تو نہیں بدلا"۔ پھر مہمان لائبریری میں گئے تو فرمایا "وہی علمی ماحول' گھمبیر سناٹا اور عظمت کا احساس۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا"۔ کلاس روم میں گئے تو فرمایا "وہی دوستانہ فضا' باوقار رویہ اور طلب علم کی پیاس۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا"۔ مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد وزیراعظم نے ہوسٹل میں وہ کمرہ دیکھنے کی خواہش کی جس میں بطور طالب علم وہ خود رہا کرتے تھے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ اس وقت طلباء کمروں کی بجائے کلاس روم میں ہوں گے' موصوف نے بے تکلفی سے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے۔ کمرے کے ایک گوشے میں ایک نازنین اور ایک نوجوان انتہائی سراسیمگی کے عالم میں کھڑے دکھائی دیئے۔ بدحواس نوجوان نے وزیراعظم کی طرف دیکھا تو معذرت خواہانہ انداز میں کہا جناب یہ میری فرسٹ کزن ہے جو کچھ ہی لمحے پیشتر میری کتابیں واپس کرنے آئی ہے۔ وزیراعظم نے آسمان کی طرف دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری اور کہا "ہاں وہی پچاس برس پہلے والے گھسے پٹے بہانے۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا"!!

اب یہ بھی محض اتفاق کی بات ہے کہ پاکستان کو معرض وجود میں آئے پچاس سال ہو گئے ہیں لیکن کچھ بھی تو نہیں بدلا۔ شمال مشرقی ایشیا کے بہت سے ممالک اور چین نے ہمارے بعد آزادی کا سفر شروع کیا اور وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے لیکن ہم نے سوائے ترقی معکوس کے کچھ بھی نہیں کیا۔ پاکستان کے عوام کو ہمیشہ سہانے خواب دکھائے گئے ہیں جن کی تعبیر ہمیشہ ناخوشگوار ہوتی ہے۔ نہ گوجرانوالہ کی گندگی ختم ہوئی نہ نالہ لئی خوبصورت جھیل میں تبدیل ہوا البتہ مربہ خور گھوڑے در آمد ہوئے اور دھواں اگلتی چمنیوں میں ضرور اضافہ ہوا۔ نئی ریلوے لائن بچھانے کی بجائے پہلے سے موجود ریلوے مواصلات کو غیر منافع بخش قرار دے کر متروک کر دیا گیا۔ سڑکیں آثار قدیمہ کی خبر دینے لگیں۔ روپے کی قدر و قیمت کم ہوتی گئی۔ ڈالر' پٹرول' کھاد' سیمنٹ آٹا' کپڑا' و اشیائے صرف کی قیمتیں بڑھتی گئیں۔ حکومتیں بدلیں لیکن پیش منظر پر وہی چہرے رہے۔ ہر نئی حکومت نے اپنی پیش رو حکومت کو تباہی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ خزانے کو خالی قرار دیا۔ خزانہ بھرنے کے دعوے کئے اور اگلی حکومت نے انہی الزامات اور اقدامات کا اعادہ کیا لیکن عوام کی تقدیر نہ بدل سکی۔

گندم کی قیمت بڑھانا ناگزیر ہے۔ بجلی کی قیمت نہ بڑھائی گی تو واپڈا دیوالیہ ہو جائے گا۔ ساٹھ ہزار روپے فی گھنٹہ کے اخراجات والے ہیلی کاپٹر پر سفر نہ کیا جائے تو وقت کا ضیاع

ہوتا ہے۔ حکومتی شان و شوکت کا اظہار بھی وقت کی ضرورت ہے۔ کالا باغ ڈیم سیاسی وجوہ کی بنا پر تعمیر نہیں ہو سکتا۔ ملک دشمن نظریات رکھنے والوں سے سیاسی اتحاد حکومت کی ضرورت ہے' ملکی مفاد جائے بھاڑ میں۔ ڈالر کی قیمت پچھلی حکومت نے بلاوجہ بڑھائی تھی' ہمارے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ پہلے قرضوں کا حصول غلط تھا' ہم مزید قرضے حاصل کر کے ملک سنواریں گے۔ ملک دو طرح سنور تا ہے۔ ایک تو قرض اتارنے سے اور دوسرے مزید قرضے لینے سے۔ ان دو آتشہ قرضوں سے ملک مزید سنورے گا۔ آپ ناامید نہ ہوں۔ آپ کا مستقبل بہت خوشگوار ہو گا۔ بس اب چند سال کی بات رہ گئی ہے۔ جو لوگ قیام پاکستان کے وقت پیدا ہوئے تھے وہ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہیں۔ واقعی اب صرف چند سال کی بات ہی رہ گئی ہے پھر یہ نسل معدوم ہو جائے گی اور آئندہ آنے والی نسلوں سے آج کے سیاستدانوں کے فرزندان ایسے ہی وعدے پھر سے کریں گے کہ ہماری حکومت آئے گی تو دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں گی۔ تعلیم اور صحت کی سہولتیں مفت فراہم ہوں گی۔ ون ونڈو آپریشن سے صنعتکاری کو فروغ ملے گا۔ پولیس کی اصلاح کی جائے گی۔ عدالتی نظام سے عدل کا حصول ممکن ہو جائے گا۔ ملازمتیں میرٹ پر ملیں گی۔ تعلیم و ترقی کے مواقع غریب اور امیر کو یکساں حاصل ہوں گے۔ امن عامہ کی صورتحال بہتر بنائی جائے گی۔ بجلی سستی کرنے کے لئے ڈیم تعمیر کئے جائیں گے۔ بیرونی سرمایہ کاری کو فروغ دیا جائے گا۔ غریب کی حالت بہتر بنائی جائے گی۔ تنخواہوں اور پنشن میں اضافہ کیا جائے گا۔ روپے کی قیمت کم نہیں کی جائے گی۔ پچھلی حکومت نے ڈی ویلوایشن کی تھی جبکہ ہم اس کی بجائے ایکسچینج ریٹ ایڈجسٹمنٹ کریں گے۔ کشمیر پر کوئی مفاہمت نہیں کی جائے گی۔ دفاع کو مضبوط بنایا جائے گا۔ دشمن کو عبرتناک شکست دی جائے گی۔

آپ گزشتہ پچاس برسوں کے اخبارات کے فائل کھنگال لیں۔ سیاستدانوں کے انہی وعدوں کی تکرار نظر آئے گی اور وہی آزمودہ بہانے تحریر و تقریر میں ملیں گے۔

واقعی یہ تو وہی پچاس برس پرانے وعدے اور بہانے ہیں۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا' اسے بدلنا بھی نہیں چاہئے کیونکہ ہمارے سیاسی قائدین اس شعر پر پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ:-

جھوٹ بولا ہے ظفر تو اس پہ قائم بھی رہو
آدمی کو صاحب کردار ہونا چاہئے

(بشکریہ روزنامہ دن)

ایک بہت بڑے پبلک جلسے سے خطاب کے دوران وزیر اعظم نے زور دے کر فرمایا ہم عوام کو سستا انصاف فراہم کریں گے۔ ہجوم میں سے آواز آئی۔ اس وقت کیا بھاؤ ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ غلام احمد پرویزؒ

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے قرآنی مفہوم کو سمجھنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کا مروجہ مفہوم سمجھ لیا جائے۔ اس کی رو سے جب کسی شخص کے پاس ایک خاص مقدار کے مطابق مال جمع ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک خاص حصہ (عام طور پر ڈھائی فیصد) خدا کی راہ میں دے دے۔ مال کی اس مقدار کو جس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے' نصاب کہتے ہیں اور جس نسبت سے اس میں سے زکوٰۃ نکالی جائے اسے شرح کہا جاتا ہے۔ عام طور پر نصاب حسب ذیل بتایا جاتا ہے۔

(1) چاندی	ساڑھے باون تولہ
(2) سونا	ساڑھے سات تولہ
(3) اونٹ	پانچ راس
(4) گائے	تیس راس
(5) بکریاں	چالیس راس وغیرہ وغیرہ

اس کے ساتھ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو اسے چاہئے کہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے۔ اگر ایسی حکومت نہ ہو تو لوگ اپنے طور پر زکوٰۃ خرچ کر دیں۔ لیکن حکومت ہو یا افراد' زکوٰۃ خرچ کی جائے گی انہی مصارف پر جن کا تعین کر دیا گیا ہے۔

(2) قرآن کریم میں "زکوٰۃ" دینے کا حکم تو آیا ہے (جس کی تفصیل ہم آگے چل کر بیان کریں گے) لیکن جن باتوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے (یعنی نصاب' شرح' مدت وغیرہ) ان میں سے کوئی بھی قرآن مجید میں نہیں ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ (کم از کم) مصارف زکوٰۃ کی تصریح تو خود قرآن کریم نے کر دی ہے اور اس کے لئے ذیل کی آیت پیش کی جاتی ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِى الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (9/60)

شاہ رفیع الدینؒ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"سوائے اس کے نہیں کہ خیرات واسطے فقیروں کے اور محتاجوں کے اور عمل کرنے والوں کے اور تحصیل اس کی کے اور جن کو کہ الفت دلائے جاتے ہیں دل ان کے۔ اور بیچ آزاد کرنے گردنوں کے اور قرض داروں کو اور بیچ راہ اللہ کے۔ اور مسافروں کو فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے یہ مصارف "صدقات" کے بتائے ہیں (جس کا ترجمہ شاہ صاحبؒ "خیرات" کرتے ہیں)۔ یہ "زکوٰۃ" کے مصارف نہیں۔ قرآن کریم نے "زکوٰۃ" کے لئے "زکوٰۃ" ہی کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس کے مصارف کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا ہم نے جو کہا تھا کہ زکوٰۃ کے متعلق ان امور کا جن سے اسے متعین کیا جاتا ہے' قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں آیا' تو

یہ ایک حقیقت کا بیان ہے۔ ان میں نصاب اور شرح کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اس لئے ہم انہیں ذرا وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ آجکل چاندی کا بھاؤ قریب پانچ روپے فی تولہ ہے اور سونے کا نرخ چھ سو روپے فی تولہ۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ مروجہ نصاب کے مطابق جس شخص کے پاس قریب اڑھائی سو روپے کی مالیت کے چاندی کے زیورات ہوں گے اس پر تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ لیکن جس کے پاس ساڑھے چار ہزار روپے تک کی مالیت کے سونے کے زیورات ہوں گے۔ وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو گا؟ یعنی اڑھائی سو روپے رکھنے والے پر تو زکوٰۃ پڑ جائے گی لیکن ساڑھے چار ہزار روپے رکھنے والے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ یہ تو پھر بھی کم فرق ہے' اس نصاب کی رو سے جس شخص کے پاس اڑھائی سو روپے کی مالیت کا چاندی کا زیور ہو گا اسے تو زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ لیکن اس کے پاس انتیس گائے ہوں جن کی مالیت ہزاروں روپے ہوتی ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ یعنی غریب پر زکوٰۃ واجب ہو گی اور اس سے نسبتاً امیر پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ یہ صرف مروجہ نصاب کے متعلق ہے باقی جزئیات کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

زکوٰۃ قرآن کریم کی روشنی میں

آیئے اب ہم دیکھیں کہ قرآن کریم کی رو سے زکوٰۃ کا مفہوم کیا ہے۔ الزکوٰۃ کے بنیادی معنی ہیں نشوونما' بالیدگی' بڑھنا' پھولنا' پھلنا' یعنی (Growth) اور (Development)

قرآن کریم میں " **اقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ** " کا حکم متعدد بار آیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآنی نظام کے یہ دو ستون ہیں۔ "اقامت صلوٰۃ" سے کیا مفہوم ہے' اس کے متعلق ہم اس وقت گفتگو نہیں کرتے۔ ایتائے زکوٰۃ کے معنی ہوئے نشوونما دینا۔ کسی کے بڑھنے' پھولنے' پھلنے کا انتظام کرنا۔ اس کی (Development) کا سامان مہیا کرنا۔

اسلامی نظام مملکت (جسے حکومت خداوندی کہا جاتا ہے) کا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرے جنہیں انسانوں کے متعلق خدا نے اپنے اوپر لے رکھا ہے۔ وہ حکومت' جب خدا کے نام پر لوگوں سے اطاعت لیتی ہے تو اس کا فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کے ان واجبات کو پورا کرے جن کا ذمہ خدا نے لے رکھا ہے۔

خدا نے قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت میں اپنے آپ کو رب العٰلمین کہا ہے۔ یعنی وہ ربوبیت عالمینی کا ذمہ دار ہے۔ ربوبیت کے معنی ہوتے ہیں' کسی شے کو اس کے نقطہ آغاز سے نشوونما دیتے ہوئے اس کی تکمیل تک پہنچا دینا۔ اس سے واضح ہے کہ (دیگر اشیائے کائنات کے علاوہ) نوع انسان کی عالمگیر نشوونما کا ذمہ بھی خدا نے اپنے اوپر لے رکھا ہے۔ اس ذمہ داری کے سلسلہ میں اس کا ارشاد ہے کہ

و ما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (11/6)

زمین میں کوئی ذی حیات ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو۔

اور خود انسانوں کے سلسلہ میں فرمایا

نحن نرزقکم و ایاھم (6/152)

ہم ان کے اور ان کی اولاد کے رزق (سامان زیست) کے ذمہ دار ہیں'

خدا کی یہ وہ ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنے کے لئے جماعت مومنین (اسلامی نظام) کو متشکل کیا گیا تھا۔

یعنی انکی ذمہ داری تھی کہ وہ ایسا نظام قائم کریں جس سے تمام افرادِ انسانیہ کو انکی نشوونما کا سامان ملتا رہے۔ اسے اس نے "ایتائے زکوٰۃ" --- سامان نشوونما دینے --- کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے۔ دیکھئے اس حقیقت کو قرآن کریم کس قدر وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ سورہ الحج میں ہے۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ ....(22/40)

یہ (مومنین) وہ ہیں کہ اگر انہیں زمین میں حکومت مل گئی تو یہ اقامت صلوٰۃ کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔

آپ نے غور فرمایا کہ اسلامی حکومت کا فریضہ "ایتائے زکوٰۃ" ---- زکوٰۃ دینا ---- ہے یعنی نوعِ انسان (یا افرادِ معاشرہ) کو سامان نشوونما عطا کرنا۔ اس اعتبار سے حکومت کی ساری آمدنی (Revenue) کو "زکوٰۃ" (یعنی سامان نشوونما مہیا کرنے کا ذریعہ) کہا جائے گا' جسے وہ افرادِ معاشرہ اور اس کے بعد عالمگیر انسانیت کو دینے کے لئے حاصل کرے گی۔ اس کے لئے وہ کیا انتظام کرے گی۔ لوگوں کی کمائی میں سے کس قدر لے گی۔ اس کا تعین ضروریات کے لحاظ سے کیا جائے گا۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جائے گا کہ:-

اسلامی مملکت کا ایک بنیادی فریضہ ایتائے زکوٰۃ ہے۔ یعنی تمام افرادِ معاشرہ کو سامان نشوونما بہم پہنچانا۔ اس مقصد کے پیش نظر' اس کی تمام متعینہ آمدنی زکوٰۃ یعنی ذریعہ نشوونما کہلا سکتی ہے۔

اب آگے بڑھئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات ہنگامی حالات ایسے بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن کے لئے بجٹ میں گنجائش (Provision) نہیں ہوتی۔ مثلاً سیلاب' زلزلہ' وبا' جنگ وغیرہ۔ ان کے لئے ملت سے خاص عطیات کی اپیل کرنی پڑتی ہے۔ انہیں قرآن کریم نے "صدقات" سے تعبیر کیا ہے۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر 60 میں (جو پہلے درج کی گئی ہے) جن "مصارف" کا ذکر ہے وہ صدقات کے مصارف ہیں --- "زکوٰۃ" کے نہیں۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ:-

(1) جو کچھ آج کل زکوٰۃ کے نام سے دیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ نہیں۔ اسے آپ خیرات کہہ سکتے ہیں۔

(2) زکوٰۃ کے لئے اسلامی حکومت کا ہونا ضروری ہے۔

(3) اسلامی حکومت "زکوٰۃ دیتی" ہے۔ یعنی لوگوں کے لئے سامان نشوونما بہم پہنچاتی ہے۔

(4) اس فریضہ کی ادائیگی کے پیش نظر اسلامی مملکت کی ساری آمدنی زکوٰۃ (یعنی ذرائع نشوونما) کہلا سکتی ہے

اس آمدنی کی نہ کوئی غیر متبدل شرح ہے نہ خاص نصاب حکومت اسے ضروریات کے مطابق خود متعین کرتی ہے (نبی اکرم ﷺ اور خلافت راشدہ نے اسے اس وقت کی ضروریات کے مطابق مقرر کیا ہو گا)۔

(5) ہنگامی حالات کے لئے عطیات کو صدقات کہا جاتا ہے۔

قطع نظر جزئیات کے' اگر بہ ہیئت مجموعی دیکھا جائے تو بادنیٰ تعمق یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ زکوٰۃ کا مروجہ تصور قرآن کے معاشی نظام میں فٹ ہی نہیں بیٹھتا۔ جیسا کہ آپ سابقہ ابواب میں دیکھ چکے ہیں' قرآن کے معاشی نظام کے اساسی عناصر یہ ہیں کہ فاضلہ دولت افراد کے پاس نہیں رہتی اور دولت جمع کی ہی نہیں جا سکتی۔ اس کے برعکس زکوٰۃ کا مروجہ تصور یہ ہے کہ ایک شخص اپنی فاضلہ دولت اپنے پاس جمع رکھتا ہے۔ اور اس پر ایک سال گزرنے کے بعد' اس میں سے اڑھائی فیصد روپیہ بطور زکوٰۃ دے دیتا ہے۔ بقایا ساڑھے ستانوے پھر اپنے پاس رکھتا ہے اور اس طرح

لامتناہی طور پر دولت جمع کر سکتا ہے۔

زکوٰۃ کا مروجہ تصور پیدا کیسے ہوا' اس کی تفصیل دلچسپ بھی ہے اور عبرت آموز بھی سورہ توبہ کی حسب ذیل آیات سابقہ صفحات میں آپ کے سامنے آچکی ہیں۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (9/34-35)

جو لوگ چاندی' سونا (مال و دولت) جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں دے نہیں دیتے۔ اے رسول ﷺ! تو انہیں الم انگیز عذاب کی "بشارت" سنا دے۔ (یہ عذاب اس دن واقع ہو گا) جب چاندی سونے کے ان جمع کردہ سکوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ اور ان سے ان کی پیشانیوں' پہلوؤں اور کمر کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ دولت جسے تم نے اپنی ذات کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ سو اب اس جمع شدہ مال کے لائے ہوئے عذاب کا مزہ چکھو۔

زکوٰۃ کیسے فرض ہوئی؟

یہ آیات اپنے مطالب کے لئے بالکل واضح ہیں۔ ان کی رو سے مال و دولت کا جمع کرنا' شدید ترین عذاب کا مستوجب ہے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ:-

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی (**والذین یکنزون الذھب والفضۃ** .....) تو مسلمانوں پر اس کا خاص اثر ہوا۔ یعنی انہوں نے اس حکم کو گراں خیال کیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا۔ میں تمہاری اس فکر کو دور کر دوں گا۔ اور اس مشکل کو حل کر دوں گا۔ پس عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا نبی اللہ! یہ آیت آپ کے صحابہؓ پر گراں گزری ہے۔ آپ نے فرمایا خداوند تعالیٰ نے زکوٰۃ اس لئے فرض کی ہے کہ وہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے ..... ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ بیان سن کر عمرؓ نے جوش مسرت سے اللہ اکبر کہا.....

(ابو داؤد۔ بحوالہ مشکوٰۃ۔ کتاب الزکوٰۃ اردو ترجمہ شائع کردہ۔ نور محمد کارخانہ تجارت۔ کراچی صفحہ 310-309)

تھوڑے سے تدبر سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ یہ روایت وضعی ہے اور اس زمانے کی تراشیدہ جب مسلمانوں میں نظام سرمایہ داری رائج ہو چکا تھا۔ اس میں سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم نازل ہوتا ہے۔ اور (کہا یہ گیا ہے کہ) وہ صحابہؓ کبار پر (معاذ اللہ) گراں گزرا۔ خدا کا حکم تو ایک طرف' قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔ کہ "خدا اس امر پر شاہد ہے کہ یہ لوگ کبھی صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے ہر نزاعی معاملہ میں تجھے اپنا حکم مقرر نہ کریں اور پھر----

تیرے فیصلے کے خلاف اپنے دل کی گہرائیوں میں بھی کوئی گرانی محسوس نہ کریں اور اس کے سامنے سرنیاز خم کر دیں۔ (4/65)

آپ سوچئے کہ کیا ان صحابہؓ کرام پر خدا کا حکم گراں گزرے گا؟ یہ تو وہ مومن تھے جنہوں نے "اپنا مال اور اپنی جان خدا کے ہاتھ فروخت کر دیئے تھے۔" (9/111)

پھر' ان "کبیدہ خاطر" صحابہؓ کی نیابت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ جن کی حالت یہ تھی کہ ان کی خلافت کے زمانے میں بھی ان کے تہبند پر بارہ بارہ

پیوند لگے ہوتے تھے۔

اور خدا کے حکم کے علی الرغم' ساڑھے ستانوے فیصد مال و دولت جمع رکھنے کے جواز کا فیصلہ وہ ذات گرامی دیتی ہے جس نے سربراہ مملکت ہونے کے باوجود کبھی ایک فالتو پیسہ بھی اپنے گھر میں نہیں رکھا۔ حتی کہ (روایت میں ہے کہ)

"مرض الموت کے ایام میں حضور ﷺ کے ہاں سات دینار تھے حضور ﷺ فرماتے تھے کہ انہیں صدقہ کر دو۔ لیکن اس کے بعد حضور ﷺ پر غشی طاری ہو گئی اور سب لوگ آپ کی تیمارداری میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو ہوش آیا تو فرمایا' وہ دینار لے آؤ۔ دینار کو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ محمد ﷺ کا اپنے رب پر کیا گمان ہو گا جب کہ وہ اپنے رب کو ملے اور اس کے پاس یہ دینار ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں خود صدقہ کر دیا۔

(بحوالہ اصح السیر۔ حکیم داناپوری)

کیا یہ رسول ﷺ اپنی امت کے لئے روا رکھیں گے کہ وہ "بے حد و نہایت" مال جمع کرتے رہیں اور اس میں سے صرف ڈھائی فیصد سالانہ خیرات کر دیا کریں۔ باقی مال حلال و طیب ہو جائے گا؟

اس موقف میں تبدیلی

آج تک کہا یہ جاتا رہا کہ زکوۃ کا نصاب اور شرح نبی اکرم ﷺ کی مقرر فرمودہ ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے غیر متبدل لیکن اب زمانے کے تقاضوں نے خود ان حضرات کو اپنا موقف تبدیل کر دینے پر مجبور کر دیا ہے۔ (مثلاً) جماعت اہل حدیث' احادیث کا اتباع بڑی شدت سے کرتی ہے۔ اس کے ترجمان' ہفت روزہ "اہلحدیث" (لاہور) کی 16 اگست 1974ء کی اشاعت میں ایک مقالہ شائع ہوا جس میں کہا گیا۔

خوشحال معاشرہ کا قیام اسلام کا بنیادی نظریہ ہے ....

زکوۃ کی فرضیت بھی اسی نقطہ نظر سے ہوئی ہے تاہم جس معاشرہ اور ماحول میں اس عمل کو فرض کیا گیا ہے۔ وہ آج کل کے ماحول اور معاشرے سے قدرے مختلف تھا..... اس سلسلہ میں "قانون ضرورت" کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ شرعی قانون کی رو سے زکوۃ چار اشیاء پر فرض ہے۔

(1) مویشی (2) غلہ اور پھل (3) نقدی (سونا' چاندی) (4) تجارت

پہلی تین مدات تو بحالہ قائم ہیں۔ مگر جہاں تک مال کی تجارت کا تعلق ہے' اس کا میدان اب بہت وسیع ہو چکا ہے۔ لہذا اس معاملہ میں اب مزید غور و فکر کی ضرورت ہے۔ نصاب زکوۃ بھی اسلام میں مقرر ہے لیکن اس معاملہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ انفاق سبیل اللہ کی کم از کم مد ہے۔ زکوۃ کا یہ نظام جب رائج کیا گیا تو اس وقت طلب اور رسد کی ضرورت کے مطابق تھا۔ زکوۃ کا مقصد صرف یہ نہیں کہ مقررہ اموال میں سے معینہ مقدار ادا کر دی جائے چاہے وہ معاشرتی ضروریات کا ایک فیصد ہی پورا کرے۔ ...... زکوۃ کو فقراء اور محتاج لوگوں کی تمام ضروریات کا کفیل ہونا چاہئے۔ لہذا آجکل اس امر کی ضرورت ہے کہ ضرورت کا اندازہ لگا کر نظام زکوۃ کو از سر نو منظم کیا جائے۔

اور آگے بڑھئے۔ اتباع حدیث' مملکت سعودی عرب کا سرکاری مسلک ہے۔ اور رابطہ الاسلامی (مکہ مکرمہ) ایک طرح حکومت کا تنظیمی ادارہ۔ اس ادارہ کے ترجمان "رابطہ الاسلامی" کے رجب 1398ھ (جون 1978ء) میں' اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے کہ کیا زکوۃ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی متعین فرمودہ جزئیات میں تبدیلی کی جا سکتی ہے یا نہیں' لکھا ہے۔

علی ان المقصود بالزکوۃ ان تسد حاجۃ المحتاجین و تفرج الازمات۔ فان لم تنفرج الازمۃ فان وضع القدر المفروض لا یعفی من المسؤلیۃ و علی القادرین الاسہام و علی الدولۃ ان تاخذ من القادرین۔ لان رسول اللہ حدد مقدار الزکوۃ بحاجۃ حصرہ ولم یحدد القرآن مقاریرھا۔ وباب الاجتہاد مفتوح۔ (صفحہ 66)

زکوۃ کا مقصد یہ ہے کہ وہ حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرے اور ان کی پریشانیوں کو دور کرے۔ اگر موجودہ شرح سے حاجت مندوں کی پریشانیاں دور نہیں ہوتیں تو پھر اس شرح سے زکوۃ ادا کرنے سے زکوۃ ادا کرنے والے کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی۔ زکوۃ کا انتظام کرنے والوں اور حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ صاحب نصاب لوگوں سے زیادہ شرح سے زکوۃ وصول کریں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو شرح مقرر کی تھی وہ آپ کے زمانے کی ضروریات کے مطابق تھی اور قرآن مجید نے اس کی کوئی شرح مقرر نہیں کی۔ اس کے لئے اس نے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

ان تصریحات سے واضح ہے کہ خود ہمارے قدامت پرست حضرات کے نزدیک بھی زکوۃ کی مروجہ جزئیات ناقابل تغیر و تبدل نہیں۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں افراد معاشرہ کی ضروریات زندگی اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کا سامان بہم پہنچانا' اسلامی مملکت کی ذمہ داری ہے۔ یہ اسلامی مملکت اپنی اس عظیم ذمہ داری سے (قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے) جن ذرائع سے بھی عہدہ برآ ہو سکے گی' انہیں "زکوۃ" کہا جائے گا۔ قرآن کریم کی رو سے "ایتائے زکوۃ" اسلامی حکومت کا فریضہ ہے۔ (22/41)

ماں

ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ جس شگفتہ ماں کی پر رحمت گود میں' میں نے پرورش پائی وہ علم و عرفان اور رحمت و راحت کی ہماری گھریلو دنیا کو یتیم اور غمزدہ چھوڑ کر خدائے کون و مکاں کی بقا کے لئے بے تاب بیٹھی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انہیں فان اجل اللہ لاٰت کی لے اتنی پیاری لگی کہ انہیں گھر کی پیاسی دنیا کو سیراب کرنے کا خیال ہی نہ رہا اور میری گھر سے غیر موجودگی میں اچانک 31 مارچ 1998ء کی صبح 8/20 بجے اپنی مادی قبا کو تن نورانی سے اتار پھینکا۔ آخر من کان یرجوا لقآء اللہ فان اجل اللہ لاٰت (29/5) کی صبر شکن صدا کو سن کر کب تک صبر کرتیں۔ اپنے پوتے یعنی میرے بیٹے آصف منظور کی گود میں "میں مسلمان ہوں اس لئے خوشی سے موت کا استقبال کرتی ہوں" کہہ کر اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گئیں۔ یقیناً" ملکوتی فضاؤں میں' روح ارضی سے رخصت ہو کر کائناتی قوتوں نے ان کا استقبال ان الفاظ میں کیا ہو گا سلٰم علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون (16/32)

آسماں تری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

دل فگار بیٹا ڈاکٹر منظور الحق
معرفت ادارہ طلوع اسلام لاہور

پاکستان میں
علامہ غلام احمد پرویزؒ
کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
1-ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیمال۔ رابطہ: گل بہار صاحبہ	بروز منگل	4 بجے شام
2- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیمال۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین	ہر روز	عندالطلب
3- اوکاڑہ	بر مکان احمد علی A-180 شادمان کالونی رابطہ: شیخ احسان الحق فون: 520258/520270	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
منگورہ سوات	ڈیرہ اقبال اوریس' عقب مہران ہوٹل گرین چوک فون۔ 710917	ہر دوسرے جمعہ	2 بجے دوپہر
4- بورے والا	بر مکان محمد اسلم صابر۔ مرضی پورہ گلی نمبر5- رابطہ فون: 55438	پہلا اور تیسرا اتوار	10 بجے صبح
5- بہاولپور	ریحان چپل سٹور مچھلی بازار رابطہ: بشیر احمد فون نمبر 876785	جمعۃ المبارک	2 بجے بعد دوپہر
6- پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثانی صاحب ایڈووکیٹ۔ کابلی بازار۔ رابطہ: 840945	ہر بدھ و جمعہ	5 بجے شام
7- پشاور	بر مکان ابن امین فقیر آباد	جمعۃ المبارک	4 بجے شام
8- پیر محل	مکان نمبر 140/139- مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا اتوار	9 بجے صبح
9- پنج کسی	بر مطب حکیم احمد دین	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
10- جہلم	بر مکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد' جی۔ ٹی روڈ	جمعۃ المبارک	4.30 بجے شام
11- جلالپور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	10 بجے صبح
12- چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الٰہی کونسلر بلدیہ پیر حثہ بازار	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
13- چک 215 ای۔ بی	بر مکان چوہدری عبدالحمید	اتوار	9 بجے صبح
14- حیدر آباد	B-12 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر رابطہ فون۔ 654906	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
15- راولپنڈی	بمقام E-47/4385 اپر سٹوری ہائی وے آٹوز نزد پل لئی گوالمنڈی راولپنڈی فون: 74752	جمعۃ المبارک	4.30 بجے شام
16- سرگودھا	60- اے سول لائنز' ریلوے روڈ۔ رابطہ فون: 720083	جمعہ	5 بجے شام
16A- سرگودھا	B-4 گلی نمبر 7 بلاک 21 نزد مکی مسجد چاندنی چوک رابطہ: ملک محمد اقبال فون (711233)	منگل	7 بجے شام
17- فیصل آباد	23- سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک۔ فون: 720096	ہر جمعۃ المبارک	3.30 بجے شام

شہر	مقام	دن	وقت
18- کراچی	کراچی سی بریز' روم نمبر 105 شارع فیصل	اتوار	9.30 بجے صبح
		جمعہ	5 بجے شام
	رابطہ شفیق خالد- فون: 0201-713575		
19- کراچی	ڈبل سٹوری نمبر 16 گلشن مارکیٹ' 36/C ایریا کورنگی 5	اتوار	11.30 بجے صبح
	رابطہ: محمد سرور' فون: 5046409	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
20- کراچی صدر	ہوٹل جمیس ہال- عبداللہ ہارون روڈ کراچی	اتوار	10 بجے صبح
	رابطہ: محمد اقبال' فون 5892083		
21- کوہاٹ	برمکان شیر محمد' نزد جناح لائبریری	اتوار	8 بجے صبح
22- کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی تونغی روڈ- رابطہ فون: 825736	اتوار	4 بجے شام
23- گوجرانوالہ	شوکت زرسری گل روڈ' سول لائنز	جمعۃ المبارک	بعد از نماز جمعہ
24- گجرات	مرزا ہسپتال' کچہری روڈ	جمعرات	3 شام
25- گھوے کے (سیالکوٹ) برمکان محمد حسین گھمن		ہر ماہ پہلا اتوار	صبح 9 بجے
26- لاہور	25- بی گلبرگ II (نزد مین مارکیٹ)	اتوار	9.30 بجے صبح
27- لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ مسجد محلہ جاڑل شاہ	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
	رابطہ فون: 42714		
28- ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	جمعہ	5/1/2 بجے شام
29- ماموں کانجن	برمکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک 509 گ ب	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
	رابطہ فون: 345-04610		
30- نواں کلی	رابطہ لیکچرار- ایم- طارق	اتوار	صبح 10 بجے
31- رانی پور	اوطاق ڈاکٹر سلیم سومرو	جمعۃ المبارک	بعد نماز عشاء
	سومرو محلہ رابطہ شفیع محمد سومرو		
30- واہ کینٹ برمکان محمد اکرم خان 21-FC/231		بروز بدھ	چھ بجے شام

سعودی عرب میں مقیم حضرات محترم آصف جلیل صاحب (P.O.Box 693) ریاض 11421 سے رابطہ قائم کریں۔

نوٹ۔ ہفتہ وار چھٹی کی تبدیلی کے پیش نظر نئے اوقات سے مطلع فرمائیں۔

علامہ غلام احمد پرویزؒ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

تحریک طلوع اسلام سے متعلق استفسارات مندرجہ بالا مقامات پر موجود کارکنان تحریک کے حوالہ کیجئے۔ جواب ادارہ سے براہ راست دیا جائیگا۔

اتنا تو میں بھی گدھا نہ تھا

گدھا مسجد میں داخل ہونے پر دو افغان قبائل میں لڑائی، 51 ہلاک

ایک شخص نے گدھے کو گولی مار کر ڈھیر کر دیا، مالک نے مشتعل ہو کر 13 نمازی ہلاک کر دیئے

مقامی لوگوں نے گدھے کے مالک کے گاؤں پر حملہ کر دیا، راکٹ لانچروں اور میزائلوں کا استعمال

کابل (اے این این) افغانستان کے علاقے پلِ خمری میں گدھے کے مسجد میں داخل ہونے کے تنازعہ پر دو قبائلیوں میں لڑائی کی وجہ سے 51 افراد جاں بحق ہو گئے تفصیلات کے مطابق گزشتہ روز شمالی افغانستان کے علاقے پلِ خمری کے گاؤں کیسلائی میں ایک گدھا مسجد میں داخل ہو گیا جس پر مسجد میں موجود افراد اور گدھے کے مالک کے درمیان اس مسئلے پر تکرار ہو گئی اس دوران ایک شخص نے کلاشنکوف کا برسٹ مار کر گدھے کو ہلاک کر دیا جس پر گدھے کے مالک نے غصے میں آ کر اپنی کلاشنکوف سے فائرنگ کر کے مسجد میں موجود تیرہ افراد کو بھون ڈالا جس کے جواب میں گاؤں کے لوگوں نے جواب میں گدھے کے مالک کے گاؤں پر حملہ کر دیا جس میں راکٹ لانچر توپوں اور میزائلوں کا استعمال کیا گیا دو دن جاری رہنے والی اس خوفناک لڑائی میں 51 افراد جن میں 38 خواتین بھی شامل ہیں جاں بحق ہو چکی ہیں اور لڑائی کا یہ سلسلہ مقامی ملیشیا کی مداخلت پر اب بند ہو گیا

روزنامہ جنگ لاہور (16) 31 / مارچ 1998ء

گنگا میلی کرنے پر برہمنوں نے 50 اچھوتوں کو زخمی کر دیا

واقعہ ہری دوار میں "کنبھ" کے میلے کے دوران پیش آیا، اچھوت بھڑک اٹھے، پولیس نے مسلسل 5 گھنٹے لاٹھی چارج کر کے لڑائی پر قابو پایا

نئی دہلی (اپ) گنگا کو پلید کرنے پر اعلیٰ ذات کے برہمن ہندوؤں نے 50 اچھوتوں کو مار مار کر زخمی کر دیا ہری دوار میں کنبھ کے میلے کے دوران سادھو اچھوتوں کو اونچی ذات کے برہمن ہندوؤں کے علاقے میں جانے سے روکنے میں ناکام ہو گئے برہمنوں نے گنگا کو پلید بھرشٹ کرنے پر اچھوتوں کو مارنا شروع کر دیا میلے میں جھگڑا ہو گیا جس سے 50 افراد زخمی ہو گئے پولیس نے مسلسل پانچ گھنٹے کے لاٹھی چارج کے بعد ہنگامے پر قابو پا لیا کنبھ کا میلہ 12 سال بعد ہوتا ہے 1986ء میں ہونے والے آخری میلے میں بھگدڑ مچنے سے 50 سے زائد افراد ہلاک ہو گئے تھے۔

اقامت الصلوٰۃ
قرآن حکیم کی روشنی میں

"الصلوٰۃ" دین اسلام کا ایک بنیادی گوشہ ہے اور قرآن جس قسم کا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے اسے وہ اقامت صلوٰۃ کی جامع اصطلاح سے تعبیر کرنا چاہتا ہے۔

صلوٰۃ کے معنی اپنے مادہ (ص- ل- و) کے اعتبار سے کسی کے پیچھے پیچھے چلتے جانا اور حرکت کرنا ہوتے ہیں۔ چنانچہ عربی کی مستند کتب لغت کی روشنی میں مفسرین نے اقامت صلوٰۃ قرآنی اصطلاح کا مفہوم قوانین الٰہیہ کے پیچھے پیچھے چلنا متعین کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ وحی خداوندی کے عطا کردہ قوانین و احکام کی پابندی کرنا اور اس کے دیئے ہوئے پروگرام پر عمل پیرا رہنا اقامت صلوٰۃ کہلاتا ہے اور قرآن کے نزدیک یہ اقامت یا قیام اجتماعی نظام کے تحت ہو سکتا ہے۔ وہ نظام جس میں افراد معاشرہ اپنے اپنے مفادات کے پیچھے بھاگنے کی بجائے' خدا کی کتاب قرآن حکیم کے قوانین کی پیروی کرتے ہوئے اس کے متعین کردہ نصب العین کی طرف بڑھتے جائیں۔ اسی وجہ سے اقامت صلوٰۃ کو ایک اجتماعی فریضہ قرار دیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ الصلوٰۃ کا قیام جماعت مومنین کے تمکن فی الارض یعنی ان کی آزاد مملکت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر (22/41)

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں تمکن فی الارض حاصل یعنی ان کی اپنی مملکت قائم ہو جائے گی۔ تو یہ ابتدائے صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا فریضہ انجام دیں گے۔ معروف احکام نافذ کریں گے اور منکر سے روکیں گے۔"

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کیلئے اپنی آزاد مملکت ہونے کی جو شرط رکھی گئی ہے تو اس کے لیے اس سے پورا ایک نظام مراد ہے۔ نہ کہ صرف نماز پڑھ لینا اور مروجہ اڑھائی فیصد زکوٰۃ دے دینا ظاہر ہے کہ یہ فرائض ہر حکومت میں ادا کئے جا سکتے ہیں۔ سورۃ الشوریٰ میں اسلامی مملکت کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

والذین استجابوا لربھم و اقاموا الصلوٰۃ و امرھم شوریٰ بینھم و مما رزقنھم ینفقون (42/38)

ترجمہ: "مومنین وہ ہیں جو خدا کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اس کے احکام کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں اور اپنے معاملات کو باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں اور جو رزق خدا نے انہیں دیا ہے اسے نوع انسانی کی خدمت کے لیے کھلا رکھتے ہیں۔ (یعنی خرچ کرتے ہیں)

یہاں اقامت صلوٰۃ کا امور مملکت کے لیے باہمی مشورے کے ساتھ ذکر آیا ہے یعنی الصلوٰۃ وہ نظام مملکت ہے جس میں تمام امور مملکت جماعت مومنین کے باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔

سورۃ الاعراف میں کہا گیا۔

والذین یمسکون بالکتب واقاموا الصلوٰۃ (7/170)

ترجمہ: "وہ وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں اور یوں اقامت صلوٰۃ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔"

اس لئے کہ اسلامی نظام کتاب اللہ کے قوانین و اقدار کے عملی نفاذ کا نام ہے۔ اس مقصد کی مزید وضاحت کیلئے قرآن حکیم میں صلی کے مقابلے "تولیٰ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (75/30-31) تولیٰ کے معنی ہیں صحیح راستے سے روگردانی کرنا۔ گریز کی راہیں نکالنا۔ منہ موڑنا اور صلی کے معنی قوانین خداوندی کے مطابق صحیح راستے پر چلتے جانا۔ نظام خداوندی کے متعین کردہ فرائض منصبی کو ادا کرتے جانا۔

اور ان فرائض منصبی کا دائرہ زندگی کے ہر گوشے کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس دائرے کی وسعت ہمیں حضرت شعیبؑ کے ذکر جلیل میں روشن تر نظر آتی ہے۔ دیکھئے سورۃ ہود میں کس ابدی حقیقت کا بیان ہوا ہے۔ جب حضرت شعیبؑ نے نبوت ملنے پر اپنی قوم کے سامنے دعوت خداوندی کو پیش کیا تو حسب معمول ان کی اس دعوت کو قوم نے رد کیا اور مخالفت پر اتر آئی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان افراد قوم سے فرمایا میں صلوٰۃ کی آزادی چاہتا ہوں اس پر وہ مذہب پرست قوم یہ سمجھی کہ آپ اپنے طور پر خدا کی پرستش کرنا چاہتے ہیں تو اس سے ہمیں کیا فرق پڑے گا' کرنے دو۔ مگر انہیں جلد معلوم ہو گیا کہ حضرت شعیبؑ کا صلوٰۃ کی آزادی کا مطلب کیا تھا۔ چنانچہ وہ بول اٹھے۔

اصلوتک تامرک ان نترک مایعبد اباونا او ان نفعل فی اموالنا مانشاء (87/11)

ترجمہ: "اے شعیب! یہ تمہاری صلوٰۃ کس قسم کی ہے جو یہ کہتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آرہے ہیں اور یہ کہ ہم اپنے مال و دولت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق صرف نہ کریں۔"

اقامت صلوٰۃ اپنی زندگی کے تمام معاملات کو وحی خداوندی کے تابع رکھنے کا نام ہے۔ چنانچہ مال و دولت کے استعمال کو جس کا تعلق زندگی کے بنیادی پہلو معیشت سے ہے۔ اگر غور و خوض اور عقل و فہم سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دنیا میں جو ناہمواریاں اور فساد انگیزیاں پائی جاتی ہیں اور جو طبقاتی فرق اور اونچ نیچ ہمارے معاشروں میں رائج ہے۔ اس کا بنیادی سبب رائج الوقت معاشی نظام کی کجی ہے۔

ظاہر ہے کہ ہمارا اپنا معاشرہ اس کی واضح تصویر ہے اور یہ اس لیے کہ ہم نے اپنی معاشی زندگی کو الصلوٰۃ سے بالکل الگ کر رکھا ہے اور حضرت شعیبؑ کی قوم کی طرح ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ بھلا یہ کیسی صلوٰۃ ہے جو ہماری نجی معاملات میں دخیل ہو رہی ہے اور ہم اپنا روپیہ پیسہ 'اپنی دولت' اپنی مرضی کے مطابق خرچ نہیں کر سکتے۔ سورۃ الماعون میں صلوٰۃ اور معاشری نظام کا ان مٹ تعلق کس طرح نکھر اور ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ تکذیب دین کون کرتا ہے۔

یہاں قرآن کی مراد ان لوگوں سے ہے جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود عملی طور پر دین کو جھٹلاتے ہیں اس شکل میں۔

ارءیت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین (3-107)

ترجمہ: "تو نے اس شخص کی حالت پر بھی غور کیا جو دین کی تکذیب کرتا ہے۔ یہ وہ ہے کہ اگر کوئی شخص معاشرے میں تنہا رہ جائے اسے دھکے دیتا ہے اور بے سہاروں کی روٹی کا انتظام نہیں کرتا۔"

ویل للمصلین ○ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ○ الذین ھم یرآءون ○ و یمنعون الماعون

ترجمہ: "یہ وہ نمازی ہیں جن کی نمازیں معاشرے کے لیے تباہی کا موجب بن جاتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صلوٰۃ (نماز) کی مرئی اور محسوس حرکات کو ہی صلوٰۃ سمجھ لیتے ہیں اور اس کی روح' مقصد اور غرض و غایت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن رواں دواں چشموں کی طرح بہنے والے رزق (جو تمام بنی نوع انسانی کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے دیا گیا ہے) کے سامنے بند لگا کر اپنے لیے روک لیتے ہیں یہی وہ نمازی ہیں جو تکذیب دین کے جرم کے اصل مجرم ہیں۔

قرآن میں دوسرے مقام پر اصل نمازیوں کی نشان دہی بھی کی گئی تاکہ کسی قسم کا التباس پیدا نہ ہو سورۃ المعارج میں مال و دولت جمع کرنے والوں کی کیفیت کا شعار زندگی بیان کیا گیا ہے۔

الذین ھم علی صلاتھم دائمون ○ والذین فی اموالھم حق معلوم ○ للسائل و المحروم ○ و الذین یصدقون بیوم الدین ○ (70/23)

ترجمہ: یہ لوگ جانتے ہیں کہ ان کے مال و دولت میں ان لوگوں کا حق ہے جن کی ضروریات ان کی محنت کے ماحصل سے پوری نہیں ہوتیں یا وہ جو معاشی حالات میں مقرور ہو جاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں۔"

یہاں "حق معلوم" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ سائل و محروم اپنے حق کے طور پر سامان زیست صاحبان مال سے طلب کر سکتے ہیں۔ انفرادی زکوٰۃ اور خیرات ان کا مقدر نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے دلوں میں یہ عقیدہ جاگزیں ہو چکا ہے کہ اڑھائی فیصد زکوٰۃ دینا اور غریب غرباء کو خیرات کرتے رہنا بڑی نیکی و ثواب کا کام ہے۔ اور ضرورت مندوں اور بے سہاروں کی قسمت ہی یہی ہے۔ الصلوٰۃ کے قرآنی فکر انگیز انقلاب میں ایسے باطل اور گمراہ کن عقائد و تصورات کی گنجائش نہیں ہے۔ اقامت الصلوٰۃ کا مفہوم اس نظام قرآنی کا قیام ہے جس میں تمام افراد معاشرہ کو اقرار و قوانین قرآنی کی پیروی کرنا ہو گی۔ لیکن قرآن میں صلوٰۃ کا لفظ خاص اس شکل کے لیے بھی آیا ہے جسے ہم نماز کہتے ہیں جو وقت مقررہ پر ادا ہوتی ہے۔

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا (103)

ترجمہ: "بیشک صلوٰۃ مومنین کے لیے ایک موقت فریضہ ہے۔"

صلوٰۃ (نماز) کی ادائیگی میں جسم کی ظاہری حرکات' قیام' رکوع' سجود سب اطاعت الٰہی کے شعار (Symbols) ہیں۔ یہ بندہ مومن کے جذبات اطاعت و تسلیم کے اظہار کی (اجتماعات صلوٰۃ) ایک مضبوط شکل ہیں اور اس اجتماعی عمل سے مقصود یہ ہے کہ ہر فرد ملت کے ساتھ رہ کر ہر معاملہ زندگی میں قوانین خداوندی کی اتباع کرے۔ ایک امت کے افراد پورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ ایک صف میں ایستادہ' ایک امام کی آواز پر پوری ہم آہنگی اور یک رنگی سے سب جھکتے اور اٹھتے ہیں اور نماز کا یہ پورا عمل اس حقیقت کبریٰ کا مظہر بنتا ہے کہ

ایاک نعبد (1/4) "ہم خدا کے سوا کسی کو لائق عبادت تسلیم نہیں کرتے کسی اور کا نظام حیات تسلیم نہیں کرتے۔ اس امت کی تشکیل و استحکام میں صلوٰۃ کے اجتماعات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے مقصد اور ان کی غرض و غایت سے غفلت نہ برتی جائے۔ دوسری طرف سورۃ النساء میں ایسے نمازیوں کو منافقین سے تعبیر کیا گیا ہے جو نماز میں سستی و ریا سے کام لیتے ہیں۔

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یرآءون الناس (4/142)

لہٰذا ہمارے نمازیوں کو بھی گریبان میں جھانکنا ہو گا کہ کتنے ہیں جو ظاہری نماز ادا کر رہے ہیں کیونکہ ان کی نمازوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا معاشرہ جہنم کی طرف جا رہا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اب میں سورۃ شوریٰ آیت 54 بیان کروں گا۔

بقیہ : اقامت الصلاۃ.....

ولا یاتون الصلوۃ الا وھم کسالی ولا ینفقون الا وھم کرھون (9/54)

ترجمہ : "منافقوں کی کیفیت بتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ الصلوۃ کی طرف آتے ہیں تو کسالی کی کیفیت میں اور اگر دین کی خاطر خرچ کرتے ہیں تو اس عمل کے بارے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔"

یہ آیت اس سچائی کو سامنے لا رہی ہے کہ جس صلوۃ میں معاشی و معاشرتی نظام کو الگ کر دیا جاتا ہے اس نماز کا خدا کے ہاں کوئی مقام نہیں ہے۔ صلوۃ اور معاشی و معاشرتی اصلاح ایک ہی پہلو کے دو عکس ہیں۔ سورہ المومنون میں آیا ہے کہ صلوۃ کی ادائیگی دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ ہوتی ہے۔ (2/23) یہاں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ دل کے اس پورے جھکاؤ سے مراد صرف نماز پڑھتے ہوئے ہی حرکات و سکنات میں خضوع و خشوع سے کام لینا نہیں بلکہ یہ جھکاؤ ہر معاملہ زندگی اور تمام تر معاملات روز و شب میں قوانین و احکام الٰہی کے سامنے جھکے رہنا ہے اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ یہی وہ روشن زندگی ہے جس سے نظام صلوۃ کی پوری پوری حفاظت ہے۔ مگر ہماری نمازیں کیوں نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتیں؟ ہمارا معاشرہ ہر قسم کے بگاڑ کا شکار کیوں ہے؟ نمازیں بھی پڑھتے ہیں انتشار و بگاڑ سے بھی دامن ملوث رہتا ہے۔ بدعنوانیاں اور ناہمواریاں ہمارے معاشرے کی پہچان بن چکی ہیں۔ پھر بھی ہم یہ کہنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے کہ اللہ کے فضل سے ہماری مسجدیں آباد ہیں۔

اور یہ وہ خود ساختہ و غیر حقیقی اطمینان ہے جو ہماری نماز پڑھنے کو اقامت صلوۃ کی اساس بننے نہیں دیتا ہمارے نمازی اپنی جگہ اور معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے فواحش و منکرات اپنی جگہ بدستور قائم ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر (29/45)

ترجمہ : "یعنی صلوۃ یقیناً فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔"

فحشاء سے مراد ہر قابل نفرت امر شامل ہے۔ منکر بھی ہر معیوب بات کو کہتے ہیں مگر بنیادی طور پر اس کے معنی عقل خودبین کی حیلہ جوئیاں اور فریب کاریاں ہیں۔ وحی سے بے تعلق یہ عقل انسان کو اس کے ہر فعل اور فیصلے کے لیے جواز ڈھونڈ دیتی ہے جس سے معاشرہ تضاد اور ناہمواریوں کی جہنم میں رہتا ہے۔ لہٰذا جو نماز معاشرے میں ہمواریاں اور خوشگواریاں پیدا نہیں کرتی اور منکرات و فواحش معاشرے میں پھر بھی قائم رہتے ہیں ایسی صلوۃ کو اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے۔ بندہ مومن کا مقصد زندگی صرف اور صرف یہی ہوتا ہے۔

ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین (6/163)

ترجمہ : "میری صلوۃ اور قربانی' میرا جینا اور مرنا سب اللہ کی رب العالمینی عام کرنے کے لیے ہے۔"

مگر ہمیں مومن ہونے کا دعویٰ ہے آیئے اپنے آپ میں دیکھیں اپنے معاشرے کو دیکھیں اور قرآن کے ساتھ اس کا موازنہ کریں اور پھر دیکھیں کہ کیا ہم فریضہ اقامت صلوۃ کے عملی پہلو کے اصل دعوے دار ہیں۔ یا محض دکھاوے باز ہیں۔

طلوع اسلام: فروری 98ء کے شمارہ میں حقائق و عبر کے عنوان کے تحت مندرجہ بالا مضمون کی اشاعت پر ہمیں بے شمار استفسارات موصول ہوئے کہ کیا یہ مضمون واقعی مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ "اہلحدیث" کے شمارہ سے نقل کیا گیا ہے یا حوالہ درج کرنے میں ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مستفسرین کو جوابات اگرچہ دیئے جاچکے ہیں لیکن اس صورتحال کے پیش نظر ہم نے مناسب سمجھا کہ مضمون کا عکس شائع کر دیا جائے تاکہ کسی بھی فرد کو کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔

(مدیر)

PAMPHLETS--پمفلٹ

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس دو روپے فی پمفلٹ کے حساب سے ڈاک ٹکٹ بھجواکر طلب فرمائیں۔

1- آرٹ اور اسلام
2- احادیث کا صحیح ترین مجموعہ
3- اسلام کیا ہے؟
4- الزکوٰۃ
5- اسلام آگے کیوں نہ چلا؟
6- اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے؟
7- اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
8- الصلوٰۃ
9- اندھے کی لکڑی
10- بنیادی حقوق انسانیت اور قرآن
11- جہاں مارکس ناکام رہ گیا
12- حرام کی کمائی
13- خدا کی مرضی
14- دعوت پرویز کیا ہے؟
15- دو قومی نظریہ
16- روٹی کا مسئلہ
17- سوچیو (سندھی)
18- سوچا کرو
19- عالمگیر افسانے
20- عورت قرآن کے آئینے میں
21- فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں؟
22- قرآن کا سیاسی نظام
23- قرآن کا معاشی نظام
24- قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر
25- کیا قائداعظم پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟
26- کافری گری
27- مرض تشخیص اور علاج
28- مقام اقبالؒ
29- مرزائیت اور طلوع اسلام
30- مقام محمدی
31- ماؤزے تنگ اور قرآن
32- ہم میں کریکٹر کیوں نہیں؟
33- ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
34- Islamic Ideology
35- Is Islam a Failure
36- Why Islam is the Only Ture Deen?

There was a newspaper and reading room in the precincts of the college. There were newspapers and magazines galore, but DAWN was the most sought after. However this was meant for college girls only and we the schoolgirls ("Children" as we were termed) did not have access to it. Some of us felt this to be unfair. At least the Matric students should be allowed to benefit from the reading room, we argued and insisted. The matter reached the Principal, Mrs. Haider (Mumtaz APA, the daughter of Sheikh Abdullah) and Miss Ram, the head Mistress of the School. For a while they resisted, after all we were school children. When they found us adamant they relented and loosened the rope. The 9th and 10th classes were henceforth permitted to read the newspapers during their free time. Similarly we were allowed to go to the Stratchy Hall at the University to listen to Liaqat Ali Khan, who came to speak on behalf of the Qaid who could not come himself because of his ill health, of course to our eternal regret and loss. That was one chance we would have had to see him and listen to him. The third privilege me gained was to accompany the college girls in canvassing for the Muslim League during the 1945-1946 general elections in which it proved itself to be the sole representative of Muslim India. From hindsight, the point I am trying to make is the attitude and understanding of the authorities and chief management in tackling the "agitation" (if this term can be used at all) demands of some of us as mentioned above. They gave us a listening ear and tried to appreciate our feelings.

So much for our political awakening. However this recollection of the Aligarh spirit would be in complete if I do not refer to the caring and sharing of what was the "Alig Family" as created by Sir Syed Ahmed Khan. The term "Alig" is enough to remove all barriers and create togetherness even today. For example, I can never forget the several Eids that came by during our stay in the hostel. Most of the girls went home, but some of us had to stay back. One of the teachers walked up to us and said that we were welcome to her home for Eid for it was out of the question to leave us lonely in the hostel. So we had a gala time in a homely atmosphere and it made us feel great and proud to be entertained by our teacher and of course we had a lot to write about back home to our parents. This concern lives within us till today.

Perhaps, Aligs or non-Aligs would recall that witticism and sense of humour was the hallmark of the Aligarh Spirit. This quality is acquired or is possible only in an uninhibited atmosphere of freedom, already referred to in the beginning. This was the greatest gift imparted by Sir Syed Ahmed Khan to the Nation. Apart from a joyful feeling that it engenders a sense of humour maintains a balance in life. It's a great thing to be able to laugh at one self. It is essential for toleration and survival. In the last fifty years we have slowly lost this quality what with the joy killer priesthood in our midst and their dry and retrogressive "madaris". If we desire to survive we must revive the spirit that was Aligarh.

Post Script after matriculation from Aligarh we joined "Balika Vidayala" College in Cawnpore where our father was posted. This was a few months before independence and political conditions were such that it was not advisable to be away from home. Infused with the Aligarh spirit my sister and I led a function or two with new ideas and created quite a stir. Finding out our Aligarh background the Principal and the faculty members of this Hindu College exclaimed "No Wonder! After all, it's Aligarh!

MEMORIES OF ALIGAHRH

by

Shamim Anwar

My sister, Nasim, now Mrs. N.Z. Sani, (these days giving a push onwards and upwards to the Dawn Model School of Quranic Education Society) and I landed at the end of 1944 on the soil that Sir Syed Ahmed had tread upon, and were breathing in the atmosphere that this great Man had breathed in. At the time we did not realize it. We were admitted into the Pre-Martic classes of Girl' High School in Aligarh within the precincts of the College for older girls. A little nervous and a lot more homesick (having been left behind by our father in the hostel for what turned out to be two years away from the family for the first time) we tried to grasp an environment totally alien to our past experience. From a convent in Bombay where we walked a mile and a half to school in uniform of skirts and tunics, all complete with belts and ties, hearing only English along with Marathi and Gujrati, here in Aligarh we found ourselves in the midst of flowing 'ghararas' and 'doputtas' and chaste Urdu. Whether it was our capacity to adjust quickly or whether it was the charming and welcoming atmosphere, or both, we were soon in step with what was happening around. And we enjoyed it. The girls were friendly and full of life and the teachers were competent and dedicated. There were sprawling lawns, badminton, net ball and baseball courts and an open-air theatre.

Now the readers might wonder what is so unusual about these facilities. Apparently yes, but in reality no. What I want to emphasize is the spirit behind it all. There was not even a shadow of inhibition. ('glutton') fear or repression as it would be rampant in a segregated, sequestered system. There was abundant laughter and good cheer and freedom. As a natural sequence, students were creative and innovative. Whether there was an occasion for welcome and farewell parties, a seasonal festival like welcoming the spring or the monsoons (saawan) celebration of the 70th birthday of Papa Mian (Sheikh Abdullah, the founder of girls school and college in 1913), or the Foundation Day when Papa Mian addressed the girls or the annual play. Whatever the occasion, it brought out the best from the girls and their talents and natural gifts found ample expression and manifestation in sound rhythm and colour. Their "cultural" activities were not restricted to "Naat" or hymn singing and recitation alone without comprehension. It was all lived through.

MY sister and I grew up fast in this scenario. No doubt the convent in Bombay had imparted us a good educational background and a valuable sense of discipline, but here in Aligarh we bubbled with life and acquired a new identity.

We now belonged to the Muslim League of Qaid-e-Azam. In fact it was the beginning of our awareness as would be "Pakistanis" and I found myself writing in bracket against my name the term "Pakistani". But all this was without the ugliness of what is termed as "politics" in colleges today. It's just that we became politically conscious in a healthy way during the most eventful and exciting years prior to independence. And for the first time wanted to read the newspapers to keep abreast of what was happening day to day. This brings us to another interesting aspect of the administration.

We have launched the scheme but we do know that it is extremely difficult for the *Bazms* of Karachi to collect the required sum of money on their own. We, therefore, feel compelled to appeal to all the followers of the Movement to join us in this noble project. Kindly contribute as much as you can to this fund. We have preferred to open a '***Dollar***' account no. 31437-1 in ***Habib Bank Limited, Victoria Road Branch, Sadar, Karachi***, in view of the unstable position of the Rupee. We will submit a six monthly report of this Fund to Idara-e-Tolu-e-Islam, Lahore.

With best regards and a lot of expectation.

Muhammad Iqbal

Numainda Bazm-e-Tolu-e-Islam, Saddar, Karachi

YET ANOTHER NEWS

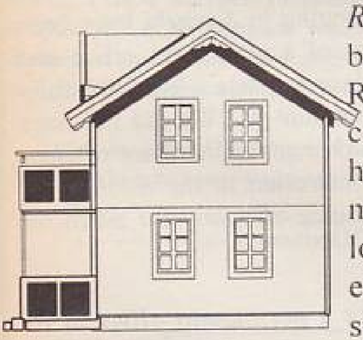

Moving a step ahead *Bazm Rawalpindi* has already purchased a beautiful apartment in Committee Chauk, Rawalpindi for Rupees 4,70,000 by contributing among themselves about one half of the amount payable. They also need money and have made an earnest appeal to lovers of ***Quran*** to contribute liberally for establishing a permanent ***Darsgah*** for spreading ***Quranic*** knowledge.

CONVENTION 1998

IS ATTRIBUTED SOLELY TO THE MEMORY OF
ALLAMA MUHAMMAD IQBAL®

DECEMBER ISSUE OF MONTHLY TOLU-E-ISLAM SHALL BE

IQBAL NUMBER

PATRONS ARE REQUESTED TO CONTRIBUTE ARTICLES FOR CONVENTION AND IQBAL NUMBER- EDITOR

A NEWS- AN APPEAL

Bazm-e-Tolu-e-Islam, Sadar, Karachi celebrated the Pakistan Day in a well know hotel, **Jabees**. It is heartening that in spite of a very short notice there was a large audience. All the *Bazms* of Karachi had also been invited for the function. *Allama Ghulam Ahmad Pervez's* special lecture ***'Jo Ho Zauq-e-Yaqin Paida'*** was presented on the Video. It was listened with rapt attention. The feelings evoked by the lecture were writ large on the faces of all the participants.

After this lecture, *Mr. Muhammad Iqbal, Numainda Bazm-e-Karachi*, addressed the audience and made a **special announcement** after elaborating the significant role played by Tolu-e-Islam in the Pakistan Movement.

Wabastagan-e-Tehrik (Members of the Movement) belonging to *Karachi* have been facing a lot of difficulty for a very long time for want of a permanent office and lecture hall. We have, in fact, been wandering from place to place. We were fully conscious of this problem but, somehow, could not surmount it. We did not have enough resources. In a busy city like Karachi, frequent changes in the place of *Dars* in view of ever increasing number of people getting interested in the message of Quran and the mission of the *Tehrik* was a perpetual source of agony for all of us. We had to patiently placate the newcomers.

The Bazm, therefore, made a firm resolve to acquire a permanent office of its own to solve this problem once for all.

We instituted a fund under the name and title of ***'Permanent Qurani Darsgah'***. The *Numainda* explained the purpose and significant features of initiating the scheme and made a fervent appeal for liberal contributions. No one had any inkling about the plan of the *Bazm* in this regard. There was a heartwarming response. Only in one session we were able to collect Rs 60,000. Even small children were eager to contribute to the fund. *Mr. Rashid Butt* who conducted the fund raising session gave an ample proof of his special talent of mobilising and harmonising such a campaign. It came as a pleasant surprise. He should seriously hone and develop this special quality in the service of the *Tehrik*.

truth-denying *mullahs* run AWAY from the truth (QURAN) like frightened ASSES fleeing from a Lion!

فما لهم عن التذكرة معرضين ○ كانهم حمر مستنفرة ○ فرت من قسورة ○

Your name is "*Faruqi*. It is incomprehensible that you should have connection with the illustrious name of *Hazrat Umar al-Farooq*, and yet not be able to DISTINGUISH between TRUTH and FALSEHOOD, between RIGHT and WRONG, between ERROR and CORRECTNESS, as *Hazrat al-Farooq* did! Your perspective, as is evident from your review, evinces a hatred, a *TA-ASSUB* Most unbecoming an educated person!

You, Mr. *Faruqi*, have the terminal disease of animus AGAINST *Parwez* ingrained in your heart. As such, you have the worst kind of heart trouble! Since you cannot even dream of reaching *Parwez*'s intellectual magnitude, you deride, you scoff, you condemn and contemn him like a petulant schoolboy! I think it is time you GREW UP, Mr. Faurqi and imbibed some remedial wisdom of the Quran in your cancer ridden heart!

Being thoroughly DISGUSTED with your astigmatic pontifications about *Parwez*, I have decided to cancel my subscription of 'IMPACT". Your magazine can certainly have NO impact what so ever on perspicacious, truth-seeking readers! A number of my friends are also positively disillusioned with " IMPACT" after reading your puerile review and, as consequence, have cancelled their subscriptions as well.

A wise man had once observed; " It is better to remain SILENT and be thought a FOOL, then to open your mouth and leave NO DOUBT on the point."

--------------ooooooooooOOOOOOOOOOOOOOOoooooooooo----------

سالانہ زر شرکت

پاکستان میں	=/170 روپے
یورپ اور مڈل ایسٹ	=/600 روپے
امریکہ' آسٹریلیا کینیڈا	=/800 روپے

If *Parwez* was a "Clerical Officer", so what? What has his means of livelihood got to do with his erudition? Did the fat that Imaam Abu Haneefah was *BAZZAZ* detract from his greatness a pre-eminent *imam*? Have you forgotten the wisdom of the following *qaul*?

انظر ما قال' ولا تنظر من قال

Do you as an intelligent person, always judge knowledge by WHO says it and not by WHAT is said?

When referring to *Parwez*, you used the word scholar in inverted commas, as "scholar", to express your ridicule and contempt. You are, in an inverted and paradoxical way, quite correct, you know. *Parwez* was certainly no ordinary scholar; he was a SAVANT and a POLYHISTOR supreme whose profound scholarship and erudition is now beginning to unfold itself fully, not only in India/Pakistan, but in the West as well! Let alone all his other books just read his 4 volumed *LUGHAATUL QURAN* to get an idea of the Einsteinium aptitude of the Allaham's mind. This Lughaat has created a sensation in the academic world and has given us a deep insight into the mechanism of the Quran. But, of course, to the jaundiced eye, NOTHING ever seems right. It has been said that.

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است!

Those minds are puny, cannot, like a small utensil, and contain a vast amount! Denigrating s scholar without even attempting, first, to study and UNDERSTAND him, displays an un-academic and perverted attitude! Myopic men try to destroy what their minds cannot delve!

The *Allamah* was declared a "*Kaafir*" by 1000 (one thousand) mullahs of Indo-Pak sub-continent. What a HUGE, UNIQUE honour! Through his writings, he showed the Ummah the straight path to Allah via the Holy Quran. His religious philosophy derived from the Quran alone, and analysed with clinical precision, was ABOVE the comprehension of the intellectual pygmies who took the easy way out by "excommunicating" him as a "*Kaafir*"

The mullahs branded Sir Sayyad Ahad Khan ® and *Allamah Iqbal* ® also as "*Kaafirs*" If they had not called these mental giants as "*Kaafirs*", then, most definitely, there would have been something radically WRONG with their (Sir Sayyad's, Iqbal's and *Parwez*'s) understanding of Islam. But praise is to Allah that this unique distinction of the "*Kaafir*" appellation was conferred on *Allamah Parwez*, thus CONFIRMING THE FACT that he was, indeed – together with Dr. Iqbal the inimitable THINKER of this age and a TRUE Quranic Muslim! You may find this unpalatable, Mr. *Faruqi*, but then how beautifully Allah states in the Quran that people (like your goodself) and the

yourself. *Hazrat Abu Bakar Siddique* ® and *Hazrat Umar* ® uased to make huge bonfires of *Hadith* collections! WHY? Ponder over this fact – If you respect the truth!

You, Mr. *Faruqi*, are just another link in the long chain of an orchestrated propaganda against *Allamah Parwez*, which you have slavishly imitated in your review. Maudoodi, the mullahs of India/Pak et al could not stand their ground against *Parwez*'s oceanic knowledge of the Holy Quran. *Allamah* Dr. Muhammad Iqbal ® had himself commissioned *Parwez* to write a *Tafseer* of the Quran. *Parwez* had the distinction (together with *Shabbeer Ahmed Uthmani*) to advise Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah on the Shar'ee mechanism of nascent Pakistan. He was closely associated with Mr. Jinnah throughout the *Tehrek-e-Pakistan* until the inevitable dichotomy.

If logic, reason and common sense occupy any place at all in your mental cadre and perspective, could you please explain WHY did the formidable leader of the entire Muslim nation of India chose an ordinary " clerical officer" to be his guide and counselor in religious matters? Also, WHY did the *Hakeemul Ummat* (Dr. Iqbal) request *Parwez* to write a *Tafseer* of the Quran?

The Editor of "DAWN" Newspaper (Karachi) called *Parwez* "The shah Waliullah of this age". American research scholars used to come to the *Allamah* in order to find out what is it that makes this great man tick and why his influence extends beyond the borders of the Indo-Pak sub-continent! One US author actually wrote a book on the 3 Giants of Islam and named her book: "*SIR SAYYAD AHMED KHAN, IQBAL* AND *PARWEZ*". Tell me, Mr. *Faruqi*, did anybody ever write a book about YOU?

I am of the opinion that you did not read a single BOOK OF *Parwez* from amongst the score that he wrote; for, if you had the good fortune of reading any of his works, you wold certainly not have written the drivel and poppycock about the *Allamah* in your review! A man of true learning would have made an UNBIASED appraisal of the polymath that was *Parwez* – as the American scholars and journalists did!

Parwez opened the eyes of the youth, and delivered them from the quagmire of un-Quranic beliefs, fairy tales, antediluvian notions, and saturated them with the light of the Holy Quran! What have YOU done, *Mr.Faruqi*, to salvage the errant youth of Islam from becoming victims of materialistic atheism? A Roman philosopher had observed "They condemn what they do NOT understand". How truly this apopthegm applies in YOUR case, Mr. *Faruqi*! In order to understand *Parwez* you have to as a prerequisite, scale his intellectual height. It is axiomatic that the food of elephants is NEVER given to ants!

Once *Allamah Parwez* publicly challenged the redoubtable *Abul Kalam Azad* on a complicate question of Arabic semantics. Azad was compelled to admit defeat- albeit grudgingly!

HADITH AND SUNNAH

We take the opportunity of reproducing below a letter written by Mr. A.S.K Jummal, Editor Al-Balaagh (South Africa) to Mr. M.H.Faruqi, Editor IMPACT International (London) – Editor

Dear Mr. *Faruqi*:

I refer to your review of a book, "*HADITH AND SUNNAH*" ideals and realities". By P.K.Koya, which appeared on Page 44 of your "IMPACT International" of February 1998.

In the course of the review, while discussing the so-called "*Anti-Hadith*" movements in India/Pakistan, you mentioned *Allamah Parwez* in the following words: -

> *"In Pakistan, for example, the anti-Hadith 'scholar' Ghulam Ahmed Parwez, was a clerical officer in the Central Government, and his works were promoted by propaganda as well as secret government funding"*

I feel AGHAST at your abysmal ignorance of the status and stature of *Allamah Parwez* in the world of learning! He was a WHALE amongst minnows, and his demise in 1985 removed from the Islamic scene an intellectual colossus, creating a gaping chasm. His works were neither "promoted by propaganda" nor by "secret government funding". All this is a disproportionately inflated figment of your overwrought imagination!

It is painfully obvious that where *Parwez* is concerned, you just DON'T know what you are talking about! I doubt very much whether you have studied the etiology of Hadith – otherwise you wold not have made such an inane (AND insane!), feckless statements about the *Allamah*.

If you had only taken the trouble of studying *Parwez* you would have discovered that he was most decidedly NOT "*anti-Hadith*, but rejected only those *Ahadith* that were in conflict with and contradicted the Quran. In all his works and in his monthly *Tolu-e-Islam* he unfailingly quoted the authentic *Ahadith* of *Rasoolullah* (S) and called them" genuine pearls" (صحیح موتی)

In any case, your chauvinistic defence of the corpus of Hidith is palpably untenable because our *Nabi* (s) himself had FORBIDDEN the writing down of anything that he uttered! " DO NOT write down anything from me except the Quran; and if you have written anything then ERASE it." Check up your *Hadith* books and satisfy;

DARS-E-QURAN (ABROAD)

(Recorded Lectures of Allama Ghulam Ahmad Parwez ®
BOOKS AND MAGAZINE TOLU-E-ISLAM ARE ALSO AVAILABLE AT THE FOLLOWING PLACES

DENMARK

Muhammad Afzal Khilji.	Last Sat
Gammel Kongevej 47, 3.th., 1610 Kobenhavn V	1900 Hrs

KUWAIT

Flat No. 6, Floor No. 3	Friday
Taher Bu Hamad Building Opposite Al-Othman Mosque,	9.30 Hrs.
Hawally, Kuwait	

NORWAY

Galgeberg, 4th floor	Sunday.
Trosvik Snippen.3	1200 Hrs
1610 Fredrikstad	

LONDON

76 Park Road Ilford Essex	First Sunday
Phone 081-553-1896	1430 Hrs.

CANADA

627 The West Mall	First Sunday
Suite 1505 Etobicoke, ONT M9C 4W9	1100 Hrs.
(416) 245-5322 or 620-4471	

EVERY SATURDAY (7 TO 8 PM) ON RADIO - DIAL AM-530

WHERE ELSE? PLEASE LET THE IDRA KNOW

دین و دانش پر مبنی کتب

تصانیف

نام کتاب	
1- جاگ مسلمان جاگ	2- ملایا اسلام
3- قرآن کی فریاد (مجھے سمجھ کر پڑھو)	4- مذہب کوئی ہتھیار نہیں
5- روایات اصل دین نہیں	6- اکیسویں صدی اور ہمارے علماء
7- سعودی عرب میں معاشی انقلاب	8- قبرستان میں بیداری کی اذان (زیر طبع)
9- یہ امت روایات سے کھو گئی (زیر طبع)	10- سلیمنٹ ماہنامہ سوت الحق (پشاور)

تعارف مصنف

یہ تمام کتب پروفیسر علی حسن مظفر صاحب کی تصنیف کردہ ہیں۔ اپنی یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد 30 سال درس وتدریس میں گذارنے کے بعد مصنف 1995ء میں بطور پرنسپل ریٹائر ہوئے۔ فرقہ بندی موصوف کے نزدیک شرک ہے اور نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے علاوہ آپ کے نزدیک کوئی بات حرف آخر نہیں۔ موصوف دو حج کر چکے ہیں اور صوم و صلوۃ کے پابند ہیں۔

ملنے کا پتہ

مندرجہ بالا کتب فکشن ہاؤس 16 مزنگ روڈ لاہور سے دستیاب ہیں

المشتہر۔ فکشن ہاؤس لاہور

کامل مومن وہ ہے جو خوش اخلاق اور گھر والوں سے نرم سلوک کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

A perfect believer is that who is nice in behaviour and kind to his family members. (Tirmizi)

SHAHAB

QUALITY PISTON RINGS

THE ONLY MANUFACTURERS OF INTERNATIONAL QUALITY PISTON RINGS IN PAKISTAN.

MINIMIZE WEAR
RESTORE COMPRESSION
GET MORE POWER
CONTROL OIL

CALL US FOR THE EXCELLENT RECONDITIONING OF AUTOMOBILE ENGINES OF ALL KINDS.

M. SHAH MOHAMMAD & SONS (PVT.) LTD.

OUTSIDE PAK GATE, MULTAN, PAKISTAN
PHONE OFFICES: 545071, 75571, 539071-73
FACTORY 550171

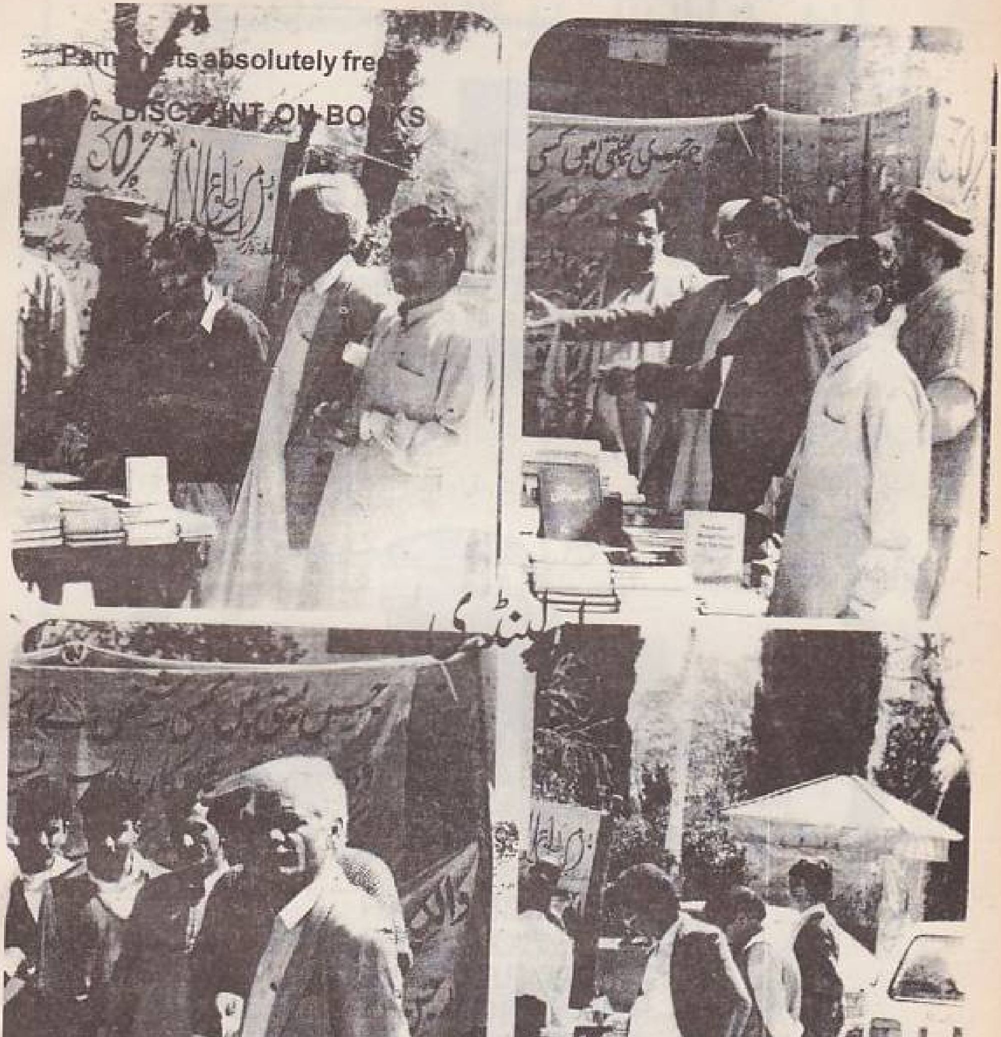

بزم راولپنڈی کے زیر اہتمام کتاب میلے کے چند مناظر

سوات میں قرآنی محافل کے روح پرور مناظر

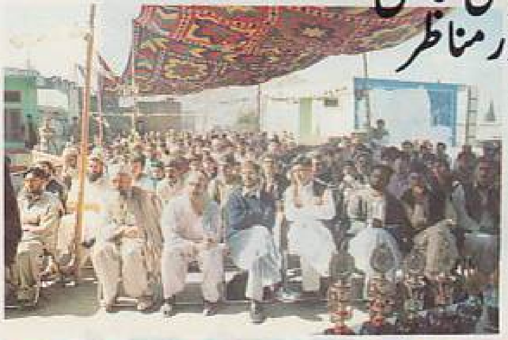

FOUNDED IN 1938 AT THE BEHEST OF ALLAMA IQBAL ® AND QUAID- E-AZAM

R L NO.CPL-22
VOLUME : 51
ISSUE 05

Monthly
Tolu-e-Islam

AMBER—The most versatile range of single and three phase capacitors in world class quality—quality that combines Italian and Japanese technology—technology that takes the form of strict QC and performance testing at every stage of production. Manufactured to international standards and specifications.

Our range of products include:

- Motor Start-Run Capacitors
- Fluorescent Lamp Capacitors
- Power Factor Improvement Capacitors

AMBER® CAPACITORS The national name for International qualit

We also manufacture to your specifications.

AMBER CAPACITORS LIMITED

Climax House, 16-Link McLeod Road, P.O. Box 468, Lahore-Pakistan
Phone: +92 42 722 5865 & 722 6975 Fax: +92 42 723 2807 & 586 6617 Tlx: 44335 AMBER PK